الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

تفسیر آیات من دون اللہ و ندائے یا رسول اللہ ﷺ

از

محمد سعید احمد اسعد

ناشر مکتبہ سعیدیہ رضویہ

جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد

محمد اکرم سعید

041-2658646,0300-7673260

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہل سنت وجماعت محبت وعقیدت سے رسول اکرم ﷺ کو پکارتے ہیں اور کہتے ہیں یارسول اللہ ﷺ یا نبی اللہ ﷺ جس پر مخالفین فوراً شرک کا فتویٰ لگادیتے ہیں اوراس کے ساتھ ہی دھڑا دھڑ وہ آیات کریمہ پڑھنی شروع کردیتے ہیں جن میں بتوں کی مذمت بیان کی گئی ہے اس لئے ہم سب سے پہلے ''من دون اللہ'' کی صحیح تفسیر بیان کریں گے۔اس کے بعد ''ندائے یارسول اللہ'' ﷺ پر اپنے دلائل عرض کریں گے۔ان شاء اللہ العزیز

مخالفین انبیاء واولیاء سے استمداد اور ندا کی نفی پر جتنی بھی آیات کریمہ پیش کرتے ہیں ان میں لفظ ''من دون اللہ'' یا لفظ ''من دونہ'' ضرور آتا ہے۔ ''من دون اللہ'' کا لفظی معنی ہے اللہ کے علاوہ

قرآن حکیم میں بعض مقامات پر یہ لفظ اس معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔لیکن ہر جگہ اس کا معنی ''اللہ کے علاوہ'' نہیں ہوسکتا۔

قرآن حکیم میں اکثر مقامات پر یہ لفظ بتوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس کی وضاحت کیلئے دو باتیں پیش کرنے کے بعد

مخالفین کی پیش کردہ آیات کی تفسیر بیان کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿۱﴾

افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا (سورۃ نساء پارہ ۵)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یہ لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم میں اختلاف نہیں ہے۔ لیکن اگر ہر جگہ ''من دون اللہ'' کا معنی اللہ کے علاوہ کیا جائے تو قرآن حکیم میں اختلاف پایا جائے گا۔

مثلاً ارشاد ربانی ہے: وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر۔ (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۰۷ پارہ ۱)

ترجمہ: اور نہیں تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار۔ اس آیت کریمہ میں صاف صاف فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی ولی نہیں۔

لیکن دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ:

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون۔ (پارہ ۶، سورۃ المائدہ آیت نمبر ۵۵)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں کہ اللہ بھی تمہارا ولی ہے اس کا رسول بھی اور وہ لوگ بھی جو ایمان لائے جو قائم رکھتے ہیں نماز اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

اگر مخالفین کی بات مان لی جائے کہ ہر جگہ ''من دون اللہ'' کا معنی ہے اللہ کے علاوہ اور اس میں نبی، ولی بھی داخل ہیں تو قرآن حکیم میں اختلاف تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ پہلی آیت میں یہ دعویٰ ہے کہ اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی ولی نہیں اور چھٹے پارے والی آیت میں یہ دعویٰ ہے کہ اللہ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ بھی تمہارے ولی ہیں اور کامل ایمان والے بھی۔

اس لئے ماننا پڑے گا کہ پہلے پارہ کی آیت کریمہ میں ''من دون اللہ'' سے مراد بت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے لوگو!

بتوں کی پرستش چھوڑ دو۔ کیونکہ ان بتوں میں تمہارا کوئی بھی ولی نہیں ہے۔

یا اللہ! اگر ان بتوں میں ہمارا کوئی ولی نہیں تو کیا ہمارا کوئی ولی ہے بھی سہی؟

تو اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا بے شک میں بھی تمہارا ولی، میرا پیارا رسول بھی تمہارا ولی اور کامل ایمان والے بھی تمہارے ولی۔

﴿۲﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جهنم۔ (پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۹۸)

ترجمہ: بے شک تم اور جس چیز کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مشرک بھی اور اللہ کے علاوہ مشرک کے معبود بھی جہنم میں جائیں گے۔

اگر یہاں پر بھی ''من دون اللہ'' کو عام رکھا جائے اور ترجمہ کیا

جائے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جتنے بھی معبود ہیں جس جس کی بھی عبادت کی جاتی ہے یا کی گئی ہے سب جہنم میں جائیں گے تو توبہ توبہ معاذ اللہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا عزیر علیہ السلام اور فرشتوں کو بھی اس زمراء میں شامل کرنا پڑے گا۔

اس لئے یہاں بھی یہی ترجمہ کرنا پڑے گا کہ اے مشرکو تم بھی اور جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

﴿سوال﴾

اس آیت کریمہ میں لفظ ''ماتعبدون من دون اللہ'' بے جان کیلئے وضع کیا گیا ہے تو معنیٰ یہ ہوگا کہ!

اے مشرکو تم بھی اور اللہ کے علاوہ جس بے جان چیز کی عبادت کرتے ہو وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام، عزیر علیہ السلام اور فرشتے جان دار ہیں بے جان تو نہیں اس لئے یہ جہنم میں نہیں جائیں گے۔ لہذا یہاں پر بھی ''من دون اللہ'' کا معنیٰ غیر اللہ ہے بت نہیں؟

﴿جواب﴾

یہاں پر بھی ''من دون اللہ'' کا معنیٰ بت ہے غیر اللہ نہیں کیونکہ

مشرک چاند، سورج اور تارے کو بھی معبود مانتے تھے۔ یہ بے جان بھی
ہیں اور غیر اللہ بھی تو کیا یہ بے جان چیزیں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گی۔

اسی طرح آج اگر کوئی شخص کسی مقدس کتاب کو اپنا معبود مان
لے جو کہ۔ بے جان ہے اور غیر اللہ بھی۔

تو کیا وہ کتاب بھی جہنم کا ایندھن بنے گی؟

اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہاں پر بھی ''من دون اللہ'' سے
مراد بت ہیں۔

تفسیر آیات ''من دون اللہ''

(اعتراض نمبر۱)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: والذین تدعون
من دونہ ما یملکون من قطمیر۔ ان تدعوھم
لا یسمعوا دعآئکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم
ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم ولا ینبئک مثل
خبیر۔ (پارہ ۲۲، سورۃ الفاطر آیت نمبر: ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: اور جس کو پکارتے ہو تم سوائے اس کے نہیں مالک ایک چھلکے
کھجور کی گٹھلی کے، اگر پکارو تم ان کو نہ سنیں گے پکارنا تمہارا اور اگر سنیں
کے نہیں جواب دیں گے تم کو اور دن قیامت کے کفر کریں گے۔ ساتھ
شرک تمہارے اور نہ خبر دے گا تم کو مانند حق تعالیٰ خبردار کی۔

وجہ استدلال

ان ہر دو آیات میں صاف صاف اللہ علیم وخبیر نے مسلمانوں کو
بتلا دیا کہ صرف اللہ ہی کو پکارو کسی اور کو مت پکارو کیونکہ اللہ کے علاوہ تم
جن کو پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی پر ہلکے سے سفید چھلکے کے بھی مالک
نہیں ہیں۔ اگر تم انہیں امداد کیلئے پکارو تو وہ اتنے کمزور ہیں کہ وہ تمہاری
اس فریاد و پکار کو سن بھی نہیں سکتے اور اگر بفرض محال وہ سن بھی لیں تو ان
میں چونکہ سکت نہیں کسی چیز کے مالک نہیں اس لئے وہ تمہاری فریاد کو پہنچ
بھی نہیں سکتے۔

یہاں بعض لوگ یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ یہاں ''من دونہ''
سے مراد بت ہیں نہ کہ انبیاء واولیاء لیکن ''ویوم القیامۃ یکفرون
بشرککم'' والا جملہ اس کی پرزور تردید کر رہا ہے۔ کیونکہ بت تو

بول سکتے ہی نہیں وہ مشرکوں کے شرک کے منکر کس طرح ہو جائیں گے
ظاہر ہے کہ اس دن اولیاء اور انبیاء ہی اپنے پکارنے والوں سے بیزاری
کا اظہار فرمائیں گے؟

﴿جواب﴾

اس آیت میں پکار سے مراد عبادت ہے۔

دیوبند کے ایک سابق مفتی جناب محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:
اور پکار سے مراد عبادت کرنا ہے۔ (معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۳۲۵)

تفسیر جلالین میں بھی تدعون کا معنی تعبدون کیا گیا ہے۔
(جلالین مع البیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۷۰)

اور اس کی تائید مندرجہ ذیل ارشاد ربانی سے بھی ہوتی ہے:

قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون من
دون اللہ۔ (پارہ ۷، سورۃ الانعام آیت ۵۶)

اہل سنت و جماعت رسول اللہ ﷺ کو محبوب سمجھ کر پکارتے
ہیں ان کی عبادت ہرگز نہیں کرتے۔

''من دونہ'' سے مراد بت ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل جلد ۵ صفحہ ۲۴۶)
تفسیر خازن جلد ۵ صفحہ ۲۶۴، تفسیر قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۶، تفسیر ابن کثیر جلد ۳
صفحہ ۵۵۱، جلالین مع البیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۷۰)

اس آیت میں ''من دونہ'' سے بت مراد ہونے پر
''مایملکون من قطمیر'' زبردست قرینہ ہے۔ کیونکہ یہ
بت ہی ہیں جو حقیر ترین چیز کے بھی مالک نہیں ہوتے جب کہ انبیاء
و اولیاء اللہ تعالیٰ کی عطا سے بہت سی چیزوں کے مالک ہوتے ہیں
خصوصا سید الانبیاء ﷺ کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

انا اعطینک الکوثر۔ بے شک دی ہے ہم نے تجھ کو کوثر۔
اس کی تفسیر میں علماء دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی تحریر کرتے ہیں
''کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری یہاں
اس سے کیا چیز مراد ہے ''البحر المحیط'' میں اس کے متعلق چھبیس ۲۶
اقوال ذکر کیے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت
میں ہر قسم کی دینی و دنیاوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں جو آپ
کو یا آپ کے طفیل امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ ان نعمتوں میں سے

ایک بہت بڑی نعمت وہ حوض کوثر بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۷۸۸)

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے:

ایک دن نبی کریم ﷺ نے منبر پر رونق افروز ہو کر اعلان فرمایا: انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۸۵، مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۰)

ترجمہ: بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یا فرمایا زمین کی کنجیاں دی گئیں اور خدا کی قسم مجھے اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگ جاؤ گے۔ لیکن مجھے اس بات کا ڈر ضرور ہے کہ کہیں تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔

بخاری شریف میں ہے:

ان رسول اللہ ﷺ قال بعثت بجوامع

الکلم ونصرت بالرعب وبینا انا نائم رأیتنی اوتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۰۸۰، مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۹۹)

ترجمہ: بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ میں نے نیند میں دیکھا کہ روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

حضرت امام ملا علی قاری اس حدیث کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: فوضعت فی یدی ای فی تصرفی وتصرف امتی۔

ترجمہ: یعنی یہ روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے اور میری امت کے تصرف میں دے دی گئیں۔

(شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۴۷۱)

امام شہاب الدین خفاجی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ھذا یدل علی ان اللہ اعطاہ ذالک حقیقۃ خزائن

الارض دفائنها ومعادنها بان یطلعه اللہ علیها
ویجعل الملائكة المؤكلین بها طوع یدہٖ فان
السلطان خزینته بید خازنها حاضر مطیع لدیه
فهذا معنی کونها فی یدہٖ عرفا۔ (نسیم الریاض جلد ا صفحہ ۲۷)

ترجمہ: یہ حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خداوند قدوس نے آپ ﷺ کو زمین کے دفینے اور معدنیات حقیقیہ عطا فرمائے ہیں بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر مطلع فرما دیا ہے اور وہ فرشتے جو خزانوں پر مقرر ہیں وہ آپ کے تابع کر دیئے ہیں پس بادشاہ کا خزانہ تو اس کے خازن کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ خازن بادشاہ کے پاس حاضر اور مطیع ہوتا ہے پس "فی یدہ" کا صرف یہی معنی ہے۔

امام قاضی ابوالفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

من لم یر ولایة الرسول علیه فی جمیع
الاحوال ویری نفسه فی ملکه ﷺ لا یذوق
حلاوة سنته لان النبی ﷺ قال
لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه

من نفسه۔ (شفاء شریف جلد ۲ صفحہ ۱۵، الباب الثانی فی لزوم محبته ﷺ)

ترجمہ: جو شخص ہر حال میں نبی کریم ﷺ کو اپنا والی اور اپنے آپ کو ان کی مِلک میں نہ جانے وہ سنت نبی کی حلاوت ذائقہ سے آشنا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اتنی دیر تک ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی محبوب تر نہ رکھے۔

ہمارا مقصد ان دلائل کا احصاء تو نہیں ہے جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مالک ہونا ثابت ہو لیکن ان چند سطور کے مطالعہ سے بھی اتنا ضرور معلوم اور واضح ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خداوند قدوس نے مالک بنایا ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے مناظر اسلام دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب اختیارات مصطفےٰ کا مطالعہ مفید رہے گا)

معلوم ہوا کہ "مایملکون من قطمیر" پر زور انداز میں اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ آیت میں "من دونہ" سے وہی مراد ہیں جو ذرہ بھر کے بھی مالک نہیں اور وہ بت ہیں۔

ایک غیر مقلد مفسر احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد وغیرہ نے کہا ہے کہ قطمیر وہ چھلکا ہے جو کھجور کی گٹھلی پر ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر تم ان کو پکارو تو نہ سنیں وہ تمہارا پکارنا۔ اس لئے وہ تو پتھر ہیں جن میں جان نہیں ہے۔ (احسن التفاسیر جلد ۵ صفحہ ۲۶۴)

پھر معترض کا یہ کہنا کہ "یوم القیامۃ یکفرون بشرککم" والا جملہ اس بات کی تائید کررہا ہے کہ یہاں من دونہ سے مراد انبیاء واولیاء ہیں بت نہیں۔ کیونکہ بت تو بول نہیں سکتے ان کے شرک کا انکار کس طرح کریں گے"۔ یا تو قرآن حکیم سے لاعلمی پر مبنی ہے یا دجل وفریب پر۔ دیکھئے خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے:

(۱) حتی اذا ما جاءوها شهد عليهم سمعهم وابصارهم وجلودهم بما كانوا يعملون۔ وقالوا لجلودهم لم شهدتم علينا قالوا انطقنا الله الذی انطق كل شیء (پارہ ۲۴، سورۃ حم السجدۃ آیت ۲۰، ۲۱)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی

آنکھیں اور ان کے چمڑے سب ان پر ان کے کئے کی گواہی دیں گے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کیوں گواہی دی؟ وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔

معلوم ہوا کہ جو خدا قیامت کے روز کان، آنکھ اور چمڑے کو بولنے کی طاقت عطا فرما سکتا ہے وہ بتوں کو بھی بولنے کی طاقت عطا فرما سکتا ہے۔

(۲) ويوم نحشرهم جميعا ثم نقول للذين اشركوا مكانكم انتم وشركائكم فزيلنا بينهم وقال شركائهم ما كنتم ايانا تعبدون۔ (پارہ ۱۱، سورۃ یونس آیت ۲۸)

ترجمہ: اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس روز ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اس جگہ ٹھہرو۔ پھر ان کے ہم آپس میں پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے وہ شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ (ترجمہ از تھانوی، بیان القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۳)

اس آیت کریمہ میں صاف صاف بیان کردیا گیا ہے کہ

قیامت کے روز مشرک اور ان کے شرکاء ان کے معبود جمع کیے جائیں
گے تو ان کے معبود بول کر کہیں گے "ما کنتم ایانا تعبدون"
ظاہر ہے کہ اکثر مشرکین تو بتوں ہی کی عبادت کرتے ہیں۔
شاہ عبدالقادر صاحب ترجمہ کرتے ہیں:۔
یعنی بت کہیں گے قیامت کو۔ (موضح القرآن صفحہ ۴۵۶)
تفسیر جلالین میں ہے:
(وشرکائکم) الاصنام۔ آیت کریمہ میں شرکائکم
سے مراد بت ہیں۔ (جلالین مع البیضاوی جلد ۱ صفحہ ۴۴۵)
تفسیر بیضاوی میں ہے:
ینطق اللہ والاصنام۔ (بیضاوی مع الجلالین جلد ۱ صفحہ ۴۴۶)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ بتوں کو قوت گویائی بخشے گا۔

غیر مقلد مفسر قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

الاصنام وان اللہ سبحانہ ینطقها فی هذا الوقت
ترجمہ: مراد بت ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان بتوں کو اس وقت
بولنے کی طاقت عطا فرمائے گا۔ (تفسیر فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۴۳۹)

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

وقال اللہ تعالی فی هذه الایة الکریمة
اخبارا عما یأمر به المشرکین واوثانهم یوم
القیامة۔ (ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۱۵)
اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اس چیز کی خبر دیتے ہوئے
ارشاد فرمایا جس کا قیامت کے دن مشرکوں اور ان کے بتوں کو حکم دیگا۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

قال مجاهد ینطق اللہ الاوثان فتقول ما کنا
نشعر بانکم ایانا تعبدون وما امرناکم
بعبادتنا۔ (تفسیر قرطبی جلد ۸ صفحہ ۳۳۳)
ترجمہ: امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بتوں کو بولنے کی طاقت عطا
فرمائے گا تو وہ بت کہیں گے ہمیں تو معلوم نہیں کہ تم ہماری عبادت
کرتے تھے اور نہ ہی ہم نے تم کو اپنی عبادت کا حکم دیا تھا۔
اسی آیت کے تحت علماء دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی

تھانوی لکھتے ہیں ''اگر کسی کو شبہ ہو کہ کیا بت بھی بولیں گے تو جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی محال نہیں'' ۔ (بیان القرآن جلد۲ صفحہ۱۳)

علماء دیوبند کے شیخ المحدثین والمفسرین مولوی ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں: اور ذرا اس دن سے جب ہم سب کو یعنی سب عابدوں اور سب معبودوں کو میدان حشر میں جمع کریں گے پھر من جملہ خلائق کے مشرکین سے یہ کہیں گے کہ تم اور تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریک یعنی معبود اپنی جگہ قائم رہو یعنی تم اور تمہارے شریک جن کو تم نے ہماری جگہ پوجا ہے یعنی بت اپنی جگہ ٹھہرو اور دیکھو کہ تمہارے ساتھ ہم کیا کرتے ہیں پھر ہم ان کا ان عابدوں اور معبودوں میں تفرقہ ڈالیں گے یعنی ان کے درمیان جدائی ڈالیں گے اور باہمی رشتہ اتحاد والفت قطع کردیں گے جو ان کے درمیان دنیا میں تھا اور کافروں سے پوچھیں گے کہ تم نے ان کی پرستش کیوں کی؟ کافر کہیں گے کہ ان بتوں نے اپنی عبادت کا حکم دیا تھا حق تعالیٰ ان بتوں کو گویائی عطا کرے گا اور ان سے ان کی عبادت کے متعلق سوال کرے گا اور وہ شرکاء یعنی بت جن کو یہ خدا کا شریک ٹھہراتے تھے جواب میں یہ کہیں گے کہ تم دنیا میں ہم کو نہیں

پوجتے تھے بلکہ اپنی خواہش کی پرستش کرتے تھے۔

(معارف القرآن کاندھلوی جلد۳ صفحہ۶۲۴)

معلوم ہوا کہ: معترض کی پیش کردہ آیت کے جملہ ''ویکفرون بشرککم'' کی تفسیر پر آیت ''وما کنتم ایانا تعبدون'' کررہی ہے کہ بت ان کے شرک کا انکار کریں گے یعنی یہ کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہ کرتے تھے بلکہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے تھے۔

(۳) وقال انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا مودۃ بینکم فی الحیوۃ الدنیا ثم یوم القیمۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضا وماوٰکم النار ومالکم من نصرین۔ (پارہ۲۰، سورۃ العنکبوت آیت ۲۵)

ترجمہ: اور ابراہیم نے فرمایا کہ تم نے اللہ کے سوا یہ بت بنالئے ہیں جن سے تمہاری دوستی یہی دنیا تک ہے۔ پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ قیامت کے دن اپنے ماننے والوں پر اور یہ مشرک اپنے ان معبودوں پر لعنت کریں گے۔

مولوی غلام اللہ خان نے لکھا:

دنیا میں تو تم مودّت و الفت کیلئے معبودانِ باطلہ کی عبادت کرتے ہو لیکن قیامت کے دن تم ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے یعنی معبود اپنے پجاریوں سے اور گمراہ پیشواء اپنے پیروکاروں سے بیزار ہوں گے اور عوام اپنے گمراہ پیروں اور شرک سکھانے والے پیشواؤں پر لعنت بھیجیں گے۔

تتبرء الاوثان من عابديها وتتبرء القادة من الاتباع ويلعن الاتباع القادة۔ (تفسیر جواہر القرآن جلد۲ صفحہ ۸۷۹)

اعتراض نمبر۲

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ولا تدع من دون الله ما لا ينفعك ولا يضرك فان فعلت فانك اذا من الظالمين۔ (پارہ ۱۱ سورۃ یونس آیت ۱۰۶)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا ایسی ہستی کو مت پکار جو تجھے نہ نفع دے سکے اور

نہ نقصان اور اگر تو نے ایسا کیا تو تو بڑا ظالم ہے۔

وجہ استدلال: اللہ کے علاوہ یعنی انبیاء و اولیاء نہ تو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان اس لئے ان کو پکارنا شرک، ظلم ہے۔

ثابت ہوا کہ یا رسول اللہ بھی کہنے والا مشرک اور ظالم ہے۔

جواب: اس آیت کریمہ میں ''لا تدع'' کا معنی ''مت پکار'' نہیں بلکہ لا تعبد ہے یعنی عبادت نہ کر۔ (تفسیر مظہری شریف جلد۵ صفحہ ۶۱، تفسیر جلالین مع الصاوی جلد۱ صفحہ ۳۵۹، معالم التنزیل جلد۳ صفحہ ۲۱۵، قرطبی جلد۸ صفحہ ۳۸۸)

اس آیت کریمہ سے پہلی آیات پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ''من دون اللہ'' سے مراد انبیاء و اولیاء نہیں بلکہ بت مراد ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

قل يايها الناس ان كنتم في شك من ديني فلا اعبد الذين تعبدون من دون الله ولكن اعبد الله الذي يتوفكم وامرت ان اكون من المؤمنين۔ وان اقم وجهك للدين حنيفا ولا

تکونن من المشرکین۔ ولا تدع من دون اللّٰہ
مالا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من
الظالمین۔ (پارہ ۱۱ سورۃ یونس آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۶)

ترجمہ: فرمادیجئے کہ اے لوگو اگر تم کو میرے دین میں شک ہے پس میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن من دون اللہ کی عبادت تم کرتے ہو اور لیکن میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تم کو قبض فرماتا ہے اور مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں ماننے والوں میں سے رہوں اور یہ کہ اپنا منہ دین کیلئے سیدھا رکھ اور ہر ایک باطل سے جدا ہو کر اور ہرگز نہ ہو مشرکوں سے اور نہ پکار من دون اللہ کو جو تجھے نہ نفع دے سکتے اور نہ نقصان پس اگر تو نے ایسا کیا تو بے شک تو ظالموں میں سے ہے۔

یہ سب آیات پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ یہاں من دون اللہ سے مراد بت ہیں کیونکہ

۱) مشرکین مکہ انبیاء کی عبادت نہ کرتے تھے بلکہ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

۲) صرف بت ہی ایسی چیز ہیں جو اپنی عبادت کرنیوالوں کو نہ تو نفع

دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔

نوٹ! من دون اللہ کا معنیٰ اللہ کے علاوہ کرنا اس لئے بھی درست نہیں کہ بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی طاقت سے نفع دیتی ہیں قرآن حکیم سے اس امر کی متعدد مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱) عقلمندوں کیلئے ایک ہی معبود پہچاننے کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع
الناس۔ (پارہ ۲، سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۴)

ترجمہ: ان کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لئے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں۔

اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوا کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو نفع دیتی ہیں۔

۲) یوم قیامت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قال اللّٰہ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم۔
(پارہ ۷ سورۃ المائدہ آیت ۱۱۹)

ترجمہ: تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان سچائی نفع دیتی ہے۔

سچوں کی سچائی بھی خدا کا غیر ہے اس آیت کریمہ میں اس کے نافع ہونے کا ذکر ہے۔

۳) واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔

(پارہ ۱۳، سورۃ الرعد آیت ۱۷)

ترجمہ: اور جو چیز انسانوں کیلئے نافع ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔

۴) اباٰئکم وابنائکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔ (پارہ ۴ سورۃ النساء آیت ۱۱)

ترجمہ: تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظ نفع تم سے قریب تر ہے۔

اس آیت کریمہ میں بتایا کہ ماں باپ اور اولاد بھی نافع ہے۔

۵) شراب اور جوئے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس۔

(پارہ ۲، البقرۃ آیت ۲۱۹)

ترجمہ: کہو ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے اگرچہ ان میں لوگوں کیلئے کچھ منافع بھی ہے مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔

۶) والانعام خلقھا لکم فیھا دفء ومنافع ومنھا تاکلون۔ (پارہ ۱۴، النحل آیت ۵)

ترجمہ: اس نے جانور پیدا کیے جن میں تمہارے لئے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔

۷) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشھدوا منافع لھم۔ (پارہ ۱۷، الحج آیت ۲۷،۲۸)

ترجمہ: اور لوگوں کو حج کیلئے اذن عام دے دو کہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کیلئے رکھے گئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حج میں ان کیلئے بہت فائدے ہیں۔

مودودی صاحب اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس سے مراد صرف دینی فائدے نہیں بلکہ دنیوی فائدے بھی ہیں ہدی کے جانوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

۸) لکم فیہا منافع الی اجل مسمی۔
(پارہ ۱۷، الحج آیت ۳۳)

ترجمہ: تمہیں ایک وقت مقرر تک ان سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

۹) مویشیوں کا ایک مقام پر یوں ذکر ہوا:

وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہا ولکم فیہا منافع کثیرۃ ومنہا تاکلون۔ (پارہ ۱۸، المومنون آیت ۲۱)

ترجمہ: اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے مویشیوں میں بھی ایک سبق ہے ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہم تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں ان کو تم کھاتے ہو۔

۱۰) ایک اور مقام پر یوں ذکر ہوا: ولہم فیہا منافع ومشارب افلا یشکرون۔ (پارہ ۲۳، سورۃ یٰسین آیت ۷۳)

ترجمہ: اور ان کے اندر ان کیلئے طرح طرح کے فوائد اور مشروبات ہیں پھر یہ کیا شکر گذار نہیں ہوتے۔

۱۱) لوہے کے منافع کا ذکر یوں ہوا:

وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس۔ (پارہ ۲۷، الحدید آیت ۲۵)

ترجمہ: اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کیلئے منافع ہیں۔

۱۲) پھر مویشیوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

ولکم فیہا منافع (پارہ ۲۴، المومن آیت ۸۰)

ترجمہ: ان کے اندر تمہارے لئے اور بھی بہت سارے منافع ہیں۔

ہم نے قرآن حکیم میں سے بارہ ۱۲ آیات نقل کی ہیں:

صرف اتمام حجت کیلئے ہم نے ترجمہ بھی مودودی صاحب کا پیش کیا ہے جس سے واضح ہو گیا کہ جس پروردگار نے لوہے، مویشیوں، حج اور قربانی کے جانوروں میں، سچ، ماں، باپ اور اولاد میں انسان کیلئے نفع رکھا ہے اسی پروردگار نے انبیاء واولیاء میں بھی بے شمار منافع رکھے ہیں آج اگر لوہا، مویشی ودیگر اشیاء خدا کے حکم سے نفع دے سکتے

ہیں تو انبیاء و اولیاء بھی خداوند قدوس کی دی ہوئی طاقت سے نفع دے سکتے ہیں۔

پھر سوچنے کی بات ہے کہ اگر انبیاء سے کسی کو نفع ملتا نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مبعوث کیوں فرمایا؟

معلوم ہوا کہ یہ کہنا ''اللہ کے علاوہ نہ کوئی نفع دے سکتا ہے نہ کوئی نقصان'' بالکل غلط اور منشاء خداوندی کے خلاف۔

قرآن حکیم کا اعلان یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہ کوئی نفع دے سکتا ہے نہ کوئی نقصان۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا سے اللہ تعالیٰ کے پیارے بے شمار منافع پہنچاتے ہیں۔

قرآن حکیم اور محبوبان خدا کے اختیارات

(دلیل نمبر۱)

حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے دو ساتھیوں کو خواب کی تعبیر بتائی کہ ان میں سے ایک بری ہو جائے گا اور دوسرا پھانسی پا جائے گا تو انہوں نے کہا جناب ہمیں تو خواب کوئی آیا ہی نہیں یہ خواب

تو ہم نے اپنی طرف سے گھڑ لیا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: قضی الامر الذی فیہ تستفتیٰن۔ (پارہ ۱۲، یوسف آیت ۴۱)

ترجمہ: جس کام کی تم تحقیق چاہتے تھے اس کا فیصلہ کر دیا گیا۔

اس آیت کی تفسیر میں علماء دیوبند کے شیخ الحدیث محمد شفیع لکھتے ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بتائی تو دونوں بول اٹھے کہ ہم نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا۔ محض بات بنائی تھی اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا قضی الامر الذی فیہ تستفتیٰن۔ چاہے تم نے خواب دیکھا یا نہیں دیکھا اب واقعہ یونہی ہوگا۔ (تفسیر معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۸)

امام ابن جریر نے یہی تفسیر حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود اور امام مجاہد سے اپنی تفسیر طبرانی جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۱ پر نقل فرمائی ہے۔

معلوم ہوا کہ ادھر اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان اقدس سے تعبیر نکلی ادھر وہ اللہ کی تقدیر بن گئی

(دلیل نمبر۲)

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے گئے تو آپ کے پیچھے سامری نے سونے کا بچھڑا بنا کر قوم کے سامنے بطور معبود پیش کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے واپس تشریف لا کر سامری کو یہ سزا سنائی: فاذهب فان لك فى الحيوة ان تقول لا مساس۔ (پارہ ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۹۷)

ترجمہ: تو چلا جا، بے شک تیری یہی سزا ہے کہ تو پوری زندگی یہی کہتا رہے گا کہ (مجھے) ہاتھ نہ لگانا۔

اس کی تفسیر میں مشہور معاند مولوی غلام اللہ خان بھی لکھتے ہیں:

''سامری کو دنیا میں اپنے کئے کی یہ سزا ملی کہ جب بھی کوئی شخص اس کے قریب جاتا تو دونوں کو تپ چڑھ جاتا، اس لئے وہ لوگوں سے کہتا ہے کہ مجھ سے دور رہو'' (روح المعانی جلد ۹ صفحہ ۲۵۵، الجزء السادس عشر)

معلوم ہوا کہ: ادھر اللہ کے پیارے نبی کے منہ سے لفظ ''مساس'' نکلا ادھر وہ عذاب کے اندر مبتلا ہو گیا۔

(دلیل نمبر۳)

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا:

فسخرنا له الريح تجري بأمره رخاء حيث اصاب۔ (پارہ ۲۳، سورۃ ص آیت ۳۶)

ترجمہ: ہم نے اس کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔ جو اس کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی تھی جدھر وہ چاہتا تھا۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں:

''تاہم اگر ہوا پر حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو حکم چلانے کا بھی کوئی اقتدار دیا گیا ہو جیسا کہ تجری بأمره (اس کے حکم سے چلتی تھی) کے ظاہر الفاظ سے مترشح ہوتا ہے'' تو یہ اللہ کی قدرت سے بعید نہیں ہے وہ اپنی مملکت کا آپ مالک ہے، اپنے جس بندے کو جو اختیارات چاہے دے سکتا ہے جب وہ خود کسی کو اختیار دے تو ہمارا دل دکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔

خط کشیدہ الفاظ کو ذرا پھر ایک بار غور سے پڑھیں:

(دلیل نمبر۴)

جب حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے بلقیس کے تخت لانے کا مطالبہ فرمایا تو:

قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راٰہ مستقرا عندہ قال ھذا من فضل ربی۔ (پارہ ۱۹، النمل آیت ۴۷)

ترجمہ: "جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بولا میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے لا دیتا ہوں جونہی کہ سلیمان نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو وہ پکار اٹھا یہ میرے رب کا فضل ہے"

اللہ کے نبی حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ڈیڑھ ہزار میل دور سے یہ عظیم الشان تخت کیوں منگوایا.......... اس کے متعلق مودودی لکھتے ہیں: "حضرت سلیمان علیہ السلام تبلیغ کے ساتھ ساتھ ملکہ اور اس کے درباریوں کو ایک معجزہ بھی دکھانا چاہتے تھے تاکہ اسے معلوم ہو کہ اللہ رب العالمین اپنے انبیاء کو کیسی غیر معمولی قدرتیں عطا فرماتا ہے اور اسے یقین آجائے کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) واقعی اللہ

کے نبی ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۷۵)

(دلیل نمبر۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی خداداد قوت کا اعلان:

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ (پارہ ۳، آل عمران آیت ۴۹)

ترجمہ: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی مانند صورت بنا دیتا ہوں میں اس میں پھونک مارتا ہوں پس وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگتا ہے میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور بروص کو اچھا کر دیتا ہوں میں اللہ کے حکم سے مردوں زندہ کر دیتا ہوں۔

(دلیل نمبر۶)

خداوند کریم قرآن حکیم میں جگہ جگہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام پر خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور اختیارات کا ذکر فرماتا ہے لیکن جب رحمت کائنات فخر موجودات ﷺ کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا:

انا اعطینک الکوثر (پارہ ۳۰، الکوثر آیت ۱)

ترجمہ: اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دیا۔

اس کی تفسیر میں سید مودودی لکھتے ہیں:

''کوثر کا لفظ یہاں جس طرح استعمال کیا گیا ہے، اس کا پورا مفہوم ہماری زبان میں تو درکنار شاید دنیا کی کسی زبان میں بھی ایک لفظ سے ادا نہیں کیا جا سکتا'' یہ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے لغوی معنی تو بے انتہا کثرت کے ہیں مگر جس موقعہ پر اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے اس میں محض کثرت کا نہیں بلکہ خیر اور بھلائی اور نعمتوں کی کثرت اور ایسی کثرت کا مفہوم نکلتا ہے جو افراط اور فراوانی کی حد کو پہنچی ہوئی ہو۔ اس سے مراد کسی ایک خیر یا بھلائی یا نعمت کی نہیں بلکہ بے شمار بھلائیوں اور نعمتوں کی کثرت ہے''۔ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۹۲)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کو ہر نعمت ہر ہر بھلائی عطا فرمائی ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے۔ البحر المحیط میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر

کئے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں۔ (حاشیہ عثمانی صفحہ ۷۸۸)

امید ہے کہ انصاف پسند حضرات کو یقین آ گیا ہوگا کہ کائنات کی کوئی ایسی نعمت نہیں ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرکار دو عالم ﷺ کو عطا نہ فرمائی ہو۔ خواہ وہ نعمت علم کی ہو یا اختیارات کی یا کچھ اور

(دلیل نمبر ۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق ارشاد فرمایا: وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔ (پارہ ۱۷، الانبیاء آیت ۱۰۷)

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا

اس آیت کریمہ سے متعدد مسائل ثابت ہوں گے اس لئے ہم اس کی توضیح قدر تفصیل سے کریں گے۔

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین یعنی نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد ﷺ مگر جہانوں کی

رحمت کے واسطے۔

دیکھئے عالمین میں کوئی تخصیص انسان یا غیر انسان، یا مسلمان، غیر مسلمان کی نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا وجود باجود ہر شے کیلئے باعث رحمت ہے خواہ وہ جنس بشر سے ہو یا غیر جنس بشر سے اور خواہ حضور سے زمانہ متاخر ہو یا متقدم۔ متاخرین کیلئے رحمت ہونا تو بعید نہیں، لیکن پہلوں پر رحمت ہونے کیلئے بھی حضور کا ایک وجود سب سے پہلے پیدا فرمایا اور وہ وجود نور کا ہے کہ حضور اپنے وجود نوری سے سب سے پہلے مخلوق ہوئے ہیں

اور عالم ارواح میں اس نور کی تکمیل و تربیت ہوتی رہی۔ آخر زمانہ میں اس امت کی خوش قسمتی سے اس نور نے جسد عنصری میں جلوہ گر و تاباں ہو کر تمام عالم کو منور فرمایا۔ پس حضور اولاً و آخراً تمام عالم کیلئے باعث رحمت ہیں"۔ (مواعظ میلاد النبی صفحہ ۱۰۴)

تھانوی صاحب کی اس تفسیر کو ایک بار پھر غور سے پڑھئے نتیجہ صاف ہے کہ رحمۃ للعالمین کا تقاضا یہ ہے کہ خداوند قدوس نے ساری کائنات سے پہلے اپنے محبوب ﷺ کے نور مبارک کو پیدا فرمایا۔ پھر

اس نور مبارک کو مقدس بشریت کا لباس پہنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔

مشہور معاند مولوی غلام اللہ خان کے قلم سے بھی حق تعالیٰ نے لکھوادیا "رحمۃ ...... ارسلنٰک کا مفعول لہ ہے، یعنی ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ سارے عالم پر رحم کریں۔

یا رحمۃ مصدر بمعنی صیغہ صفت ارسلنا کے فاعل یا ک ضمیر مفعول یا دونوں سے حال ہے، مطلب صاف ظاہر ہے"۔ (جواہر القرآن جلد ۱ صفحہ ۶)

مذکورہ عبارت کو پھر ایک بار غور سے پڑھیئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ لفظ رحمۃ میں علم نحو کے اعتبار سے چار احتمال ہیں۔

۱) یہ مفعول لہ ہے...... فعل مذکور ارسلنا کا۔

۲) یہ صیغہ صفت یعنی راحما کے معنی میں ہے اور ارسلنا میں ضمیر فاعل ذوالحال ہے اور یہ حال۔

۳) ک ضمیر مفعول ذوالحال ہے اور یہ حال۔

۴) ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول، دونوں ذوالحال ہیں اور یہ حال۔

پہلی ترکیب نحوی کے اعتبار سے رحمۃ مفعول لہ ہے ارسلنا فعل

مذکور کا.........

مفعول لہٗ کی تعریف کتب نحو میں یوں مذکور ہے۔ المفعول لہٗ۔ ھو ما فعل لاجلہ فعل مذکور۔ (شرح ملا جامی صفحہ ۱۲۶)

مفعول لہٗ وہ اسم ہے کہ جس کیلئے فعل مذکور کیا گیا ہو۔

یہاں فعل مذکور ہے ''ارسلنا'' ہم نے بھیجا۔

کیوں بھیجا؟.......... عالمین پر رحمت کیلئے

یعنی سرکار ﷺ کی ذات کائنات پر رحمت خداوندی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی اسی آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: وکونہ ﷺ رحمۃ بلجمیع باعتبار انہٗ علیہ الصلوۃ والسلام واسطۃ الفیض الالٰھی علی الممکنات علی حسب القوابل ولذا کان نورہٗ ﷺ اول المخلوقات ففی الخبر اول ما خلق اللہ نور نبیک یا جابر۔ وجآء اللہ المعطی وانا القاسم۔ (روح المعانی جلد ۱۷ صفحہ ۱۰۵)

سرکار دو عالم ﷺ ساری کائنات کیلئے اس اعتبار سے ہیں کہ آپ ﷺ ہی فرد پر اس کے ظرف سے خداوند قدوس کے فیض کا واسطہ اور وسیلہ ہیں، اسی لئے آپ کا نور مبارک ساری کائنات سے پہلے پیدا کیا گیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔

اور ایک حدیث میں یوں آتا ہے کہ عطا تو خدا ہی فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ ساری کائنات سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ کا نور مبارک پیدا کیا گیا۔

کائنات کے ہر ہر فرد کو جو بھی نعمت اور فیض ملا۔ سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کے ذریعہ اور وسیلہ سے ملا۔

قارئین کرام! آپ کی ضیافتِ طبع کیلئے امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرمان پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

فرمایا: محسوس ہوتا ہے کہ وجود شریف حضرت رسالتمآب ﷺ
عرش سے فرش تک مرکز جمیع عالمیان ہے ہر چند کہ وہاب مطلق
اللہ تعالیٰ ہے لیکن جس کسی کو فیض پہنچتا ہے وہ حضرت کے توسل سے
پہنچتا ہے اور مہمات ملک وملکوت حضرت کے اہتمام وانصرام پاتی ہیں
اور معلوم ہوتا ہے کہ شب وروز انعامات کافۂ مخلوقات پر روضۂ مطہرہ سے
پہنچتے ہیں اور اگرچہ حضرت خاتمیت وما ارسلنک الا رحمۃ
للعالمین ہیں مگر استغناء وعظمت بھی کہ لازمۂ محبوبیت ہے، بوجہ اتم
پائی جاتی ہے اور اسی واسطے حضرت کی خدمت میں عرض احتیاج کو
توسل کی ضرورت ہوئی ہے۔ (مقامات امام ربانی صفحہ ۱۱۲)

ترکیب نمبر۲: رحمۃ صیغہ صفت راحما کے معنی میں ہے اور ارسلناک
ضمیر فاعل سے حال ہے۔

اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ''اے محبوب! ہم نے آپ کو
نہیں بھیجا مگر اس حال میں کہ ہم عالمین پر رحمت فرمانیوالے ہیں۔

غور سے دیکھا جائے تو پہلی صورت اور دوسری ترکیب کا معنی
اور مفہوم ایک ہی ہے.......... اور وہ یہ کہ

کائنات کے ہر ہر فرد پر رحمت خداوندی کے نزول کا ذریعہ اور
وسیلہ سرکار دو عالم ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔

ترکیب نمبر۳: ک ضمیر مفعول ذوالحال ہے اور رحمۃ اس سے حال

اسی بات کو علامہ **سید محمود آلوسی بغدادی** نے یوں
بیان فرمایا: وما ارسلناک فی حال من الاحوال
الا حال کونک رحمۃ او ذا رحمۃ او راحما
لھم۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۱۷ صفحہ ۱۰۴)

معنی یوں ہوگا کہ:

اے محبوب! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا، مگر اس حال میں کہ آپ
عالمین پر رحم فرمانے والے ہیں۔''

مطلب واضح ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کائنات پر رحم فرمانے
والے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کو جو
خیر کثیر عطا فرمایا ہے کائنات پر رحمت اسی کی ایک جھلک ہے۔

ترکیب نمبر۴: اس کا مطلب واضح ہے۔

(دلیل نمبر ۸)

جب یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ کائنات کی ہر ہر نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمادی اور پوری کائنات پر سرکار کی رحمت اس عطا کی ایک جھلک ہے تو آیئے دیکھیں کہ اب مومنین ومنافقین کا اس عطاء و بخشش کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

منافقین کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولو انھم رضوا ما اتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون۔ (پارہ ۱۰، سورۃ توبہ آیت ۵۹)

ترجمہ: اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے دیئے ہوئے پر راضی ہوجاتے اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے عنقریب اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول عطا فرمائے گا بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنیوالے ہیں"۔

معلوم ہوا کہ: منافق نہ تو اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے دیئے ہوئے پر راضی ہیں اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ اور اسکے

پیارے رسول ﷺ کی طرف سے عطا اور بخشش ہوگی۔ جب کہ مومن اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی عطا پر راضی بھی ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ ہمیں تو اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ بھی دے گا اور اسی کی عطاء و بخشش سے رسول پاک ﷺ بھی ہمیں عطا فرمائیں گے۔

(دلیل نمبر ۹)

منافقین سرور کائنات ﷺ کے متعلق طرح طرح کی باتیں کرتے تھے توہین کرتے تھے خداوند قدوس نے اسکی وجہ یہ بیان فرمائی۔ وما نقموا الا ان اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ۔ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ آیت ۷۴)

ترجمہ: یہ ان کا سارا غصہ اسی بات پر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ان کو غنی کردیا۔ (ترجمہ مودودی صاحب)

معلوم ہوا کہ: اللہ تعالیٰ اور اسکا پیارا رسول ﷺ دونوں دیتے ہیں مومنوں کو بھی، اور منافقوں کو بھی۔

مگر فرق یہ کہ مومن اللہ اور اس کے رسول کے دینے پر راضی بھی رہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ اور رسول مزید اپنے فضل

سے عطا فرمائیں گے۔

مگر منافقین اس کے برعکس اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا دیا کھاتے ہیں اور ساتھ ساتھ طعن و تشنیع بھی کرتے ہیں کہ جی ہاں وہ تو کچھ دے ہی نہیں سکتے وغیرہ وغیرہ

تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

نیز
اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

(دلیل نمبر ۱۰)

حضرت زید بن حارثہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ (پارہ ۲۲، الاحزاب آیت ۳۷)

ترجمہ: جس پر اللہ نے انعام فرمایا اور آپ نے (بھی) اس پر انعام فرمایا:

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

سرکار دو عالم نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ سے بے پناہ نعمتیں ملتی

ہیں۔ تلک عشرۃ کاملۃ

مندرجہ بالا دس آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ وہابیوں کی پیش کردہ آیات کریمہ میں بھی بتوں کی مذمت ہے انبیاء و اولیاء کی نہیں۔ کیونکہ بت وہ چیزیں ہیں جو اپنے ماننے والوں کو نہ تو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی منکروں کو کوئی نقصان۔

جب کہ انبیاء کرام کی ذوات قدسیہ سے بے شمار منافع حاصل ہوتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۳

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیاء وھم یخلقون۔ اموات غیر احیاء۔ وما یشعرون ایان یبعثون۔ (پارہ ۱۴، النحل آیت ۲۰، ۲۱)

ترجمہ: اور اللہ کے علاوہ وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی کیلئے) پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور ان کو یہ تک معلوم نہیں کہ کب دوبارہ زندہ کر کے

اٹھایا جائے گا۔

وجہ استدلال: یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہاں خاص طور پر جن بناوٹی معبودوں کی تردید کی جارہی ہے وہ نہ تو بت ہوسکتے ہیں نہ شیطان اور فرشتے بلکہ صاف مراد قبر والوں سے ہے۔ کیونکہ شیطان اور فرشتے زندہ ہیں ان پر ''اموات غیر احیاء'' (مردے ہیں نہ کہ زندہ) کا اطلاق ممکن نہیں۔

رہے لکڑی اور پتھر کے بت تو ان کیلئے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لامحالہ ''وما یشعرون ایان یبعثون '' (ان کو یہ خبر نہیں ہے کہ انہیں کب دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا) سے صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہوسکتے ہیں جن کو ان کے معتقدین دستگیر، داتا گنج بخش، مشکل کشاء، فریادرس، غریب نواز اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر حاجت روائی کیلئے پکارنا شروع کردیتے ہیں۔

الجواب: ڈاکٹر مسعود عثمانی اور دیگر وہابیہ کا یہ کہنا کہ ''اس مقام پر بت ہرگز مراد نہیں ہوسکتے'' حقائق سے کتنا بعید ہے ملاحظہ ہو:۔

تفسیر ابن کثیر جلد۲ صفحہ ۵۶۰۔ تفسیر فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۱۵۶۔ تفسیر قرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۹۴۔ جلالین مع البیضاوی جلد ۱ صفحہ ۵۵۲۔ معالم التنزیل وخازن جلد۴ صفحہ ۷۰۔ تفسیر صاوی جلد۲ صفحہ ۲۵۹۔ تفسیر جامع البیان از ابن جریر طبرانی جلد ۱۴ صفحہ ۶۴۔ تفسیر کبیر جلد ۲۰ صفحہ ۱۵۔ تفسیر ابوسعود جلد ۵ صفحہ ۱۰۵ بیروت۔ تفسیر روح البیان جلد ۱۴ صفحہ ۱۲۰۔ میں صراحتاً مذکور ہے کہ اس آیت میں ''من دون اللہ'' سے مراد بت ہیں۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:۔

وہ تو مردے ہیں زندہ نہیں وہ تو جمادات ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ حرکت کرسکتے ہیں۔ پس یہ بت معبود کیسے ہوسکتے ہیں معبود کیلئے حیات ازلیہ اور علم محیط چاہیے۔ (معارف القرآن جلد۴ صفحہ ۱۹۸)

تفسیر حقانی میں ہے:

جمہور مفسرین کے نزدیک ان سے مراد بت ہیں جن کو وہ قادر، زندہ اور دانا جان کر پرستش کرتے تھے۔ جلالین میں ہے ''وھم الاصنام '' تفسیر کبیر میں اس جملہ کی شرح یوں ہے ''فاعلم انہ تعالیٰ وصف ھذہ الاصنام بصفات کثیرۃ '' (الاخر) پھر

ان کے بتوں کی قدرت یوں باطل کرتا ہے۔"لا یخلقون شیاء وھم یخلقون " کہ وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔سنگ تراش ان کو گھڑ گھڑ کر بناتے ہیں۔زندگی کا بطلان یوں کرتا ہے"اموات غیر احیآء۔ " کہ بے جان ہیں حس وحرکت بھی نہیں ہے۔(تفسیر حقانی جلد۳ صفحہ ۷۰)

مشہور غیر مقلد مفسر قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

پس فرمایا(والذین تدعون من دون اللہ)یعنی وہ معبود جن کو کفار اللہ سبحانہٗ کے علاوہ پوجتے ہیں ان کی توصفت یہ ہے کہ (انھم لا یخلقون شیاء)وہ مخلوقات میں سے کسی چیز کو بھی خلق نہیں کرسکتے خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی، جلیل ہو یا حقیر۔(وھم یخلقون)یعنی ان کی اپنی صفت یہ ہے کہ وہ خود خلق کئے گئے ہیں پس کس طرح ممکن ہے کہ مخلوق کسی اور کے خلق پر قادر ہوسکے..........
پھر ان معبودان باطلہ کی ایک اور صفت بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا (اموات غیر احیاء)یعنی ان بتوں کے اجساد میتہ ہیں ان میں

حیات ہرگز موجود نہیں۔اموات کے بعد غیر احیاء کی زیادتی یہ بیان کرنے کیلئے کی گئی ہے کہ یہ بت تو ان اجساد کی طرح بھی نہیں ہیں جو حیات حاصل کر لینے کے بعد مرجاتے ہیں۔ان میں تو کبھی بھی حیات نہ رہی ہے۔پس کفار جو ان سے اس اعتبار سے افضل ہیں کہ ان کفار میں تو حیات موجود ہے کیسے ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔(وما یشعرون ایان یبعثون)"یشعرون" میں ضمیر کا مرجع معبودان باطلہ ہیں۔اور"یبعثون "میں ضمیر کا مرجع وہ کفار ہیں جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور معنی یہ ہے کہ یہ پتھروں کے بت نہیں جانتے کہ ان کے کفار پجاری کب اٹھائے جائیں گے اور یہ قول ان کے استہزاء کے طریق پر ہے۔اس لئے کہ پتھر تو ان چیزوں کا بھی شعور نہیں رکھتے جو کہ ظاہر ہوں سامنے موجود ہوں۔چہ جائیکہ ان چیزوں کا شعور جن کو صرف اللہ سبحانہ ہی جانتا ہے۔اور بعض نے کہا ہے کہ جائز ہے کہ یبعثون میں ضمیر کا مرجع بھی معبودان باطلہ ہی ہوں اس تقدیر پر آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ یہ بت نہیں جانتے کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا۔ان کی ارواح کو خلق فرمائے گا ان کے ساتھ ان کے شیاطین بھی ہوں گے۔

پھر سب کو جہنم کا حکم کیا جائے گا اور اس پر ارشاد خداوندی (انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم) دلالت کرتا ہے یعنی بے شک تم بھی اور تمہارے بت معبود بھی جہنم کا ایندھن ہوں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "وھم یخلقون" پر کلام مکمل ہو گیا۔ پھر اللہ نے مشرکوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں کہ وہ اموات ہیں احیاء نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ اس صورت میں یشعرون اور یبعثون میں دونوں ضمیروں کا مرجع کفار ہوں گے۔

پہلے قول پر کہ دونوں ضمیریں اصنام کیلئے ہیں یا ایک ضمیر اصنام کیلئے ہے اور دوسری کفار کیلئے۔ ایک سوال ہو سکتا ہے کہ اصنام تو لایعقل ہیں ان کو عقلاء سے کیوں تعبیر کیا گیا۔ سو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہیں تو یہ لایعقل لیکن چونکہ ان کے پجاری ان کو عقلاء سمجھتے اور اعتقاد رکھتے تھے تو ان کے اعتقاد کے مطابق ان کو عقلاء سے تعبیر کر دیا گیا۔

نکتہ: اگر دیانۃ، وہابیہ کی یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ اس آیت میں من دون اللہ سے مراد ہر وہ ہے جس کی پرستش کی جائے جس

کو پکارا جائے۔ خواہ وہ نبی ولی ہوں یا بت تو اس صورت میں لامحالہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی من دون اللہ میں داخل ہونگے کیونکہ ان کی بھی عبادت کی جاتی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان پر "لا یخلقون شیاء" کا اطلاق کیسے ممکن ہوگا جبکہ وہ خود فرماتے ہیں "انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر"

نیز ان پر اموات غیر احیاء کا اطلاق کیسے ہوگا کیونکہ یہ بھی اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس آیت (من دون اللہ) میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یقیناً شامل نہیں۔ جب وہ شامل نہیں تو ماننا پڑے گا کہ یہاں بھی "من دون اللہ" سے مراد بت ہیں۔

(اعتراض نمبر ۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم فادعوھم فلیستجیبوا لکم ان کنتم صدقین۔ (پارہ ۹، الاعراف آیت ۱۹۴)

ترجمہ: جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ بھی تو تم جیسے بندے ہیں سو
ان کو پکار دیکھو اگر تم سچے ہو تو چاہئے کہ وہ تمہاری فریاد رسی کریں۔
(ترجمہ مولوی عبدالحق) (تفسیر حقانی جلد۲ صفحہ۴۴۶)

وجہ استدلال: اس آیت مبارکہ میں خداوند قدوس صاف
صاف ارشاد فرما رہا ہے کہ جن کو تم یا نبی، یا غوث، یا داتا، وغیرہ وغیرہ
کہہ کر پکارتے رہتے ہو وہ تو تم جیسے ہی بندے ہیں۔ اگر تم واقعی یہ سمجھتے
ہو کہ وہ تمہاری پکار و فریاد کو سن سکتے ہیں اور سن کر فریاد رسی کر سکتے ہیں تو
ان کو پکارو۔ اگر وہ تمہاری پکار کا جواب دیں تو ٹھیک۔ وگرنہ ایسوں کو
پکارنا فضول ہے۔

بعض بدعتی ''من دون اللہ'' والی آیت دیکھ کر جھٹ بت مراد
لے لیتے ہیں اور ان کی دال یہاں نہیں گلے گی کیونکہ یہاں لفظ ہیں
''عباد امثالکم'' اب ظاہر ہے کہ یہ بت تو ہم جیسے نہیں ہیں؟

الجواب: سب سے پہلے ہم اس آیت مبارکہ کی تفسیر
مفسرین کرام سے پیش کرتے ہیں پھر اپنی گزارشات پیش کریں گے۔
ان شاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

بتوں کو عباد اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کے مملوک اور اللہ کی
بارگاہ میں مسخر ہیں۔ سیدنا حسن بصری فرماتے ہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے
کہ بت بھی تمہاری طرح ایک مخلوق ہی ہیں۔ اور جب مشرکوں کا عقیدہ
یہ تھا کہ یہ بت نفع بھی دیتے ہیں اور نقصان بھی تو ان کو انسانوں کے
قائم مقام ٹھہرا کر فرمایا (فادعوھم) (فادعوھن) نہیں فرمایا۔
(تفسیر قرطبی جلد ۷ صفحہ ۳۴۴)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ بت تو جمادات ہیں
ان کی صفت عباد بیان کرنا کچھ اچھا محسوس نہیں ہوتا۔

اسی کا جواب کئی اعتبار سے ہے:

ایک یہ کہ مشرکوں کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ بت نفع بھی دیتے ہیں اور نقصان
بھی تو بدیہی امر یہ ہے کہ مشرک ان کو عقل و شعور کا مالک بھی سمجھتے تھے۔
خداوند قدوس نے ان کے عقیدہ کے موافق الفاظ بیان فرمائے اور اسی
لئے فرمایا (فادعوھم فلیستجیبوا لکم) فلیستجبن

نہیں فرمایا۔اور (ان الذین) فرمایا (التی) نہیں فرمایا۔

(تفسیر کبیر جلد ۱۵ صفحہ ۹۲)

قاضی امام ابوسعود محمد بن محمد العمادی فرماتے ہیں:

اللہ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو اور جن کا تم نے الٰہ نام رکھا ہوا ہے۔تمہاری مثل بندے ہی ہیں یعنی یہ تمہاری مثل تو ہیں لیکن من کل الوجوہ نہیں صرف اس اعتبار سے کہ یہ اللہ کے مملوک ہیں اور اسکے حکم کے مسخر ہیں نفع وضرر سے عاجز ہیں (تفسیر ابوسعود جلد ۳ صفحہ ۳۰۶)

امام الوہابیہ قاضی محمد بن علی شوکانی لکھتے ہیں:

اخبرھم سبحانہ بان ھولاء الذین جعلتموھم الھۃ ھم عباد اللہ کما انتم عباد لہ مع انکم اکمل منھم۔لانکم احیاء تنطقون وتمشون وتسمعون وتبصرون وھذہ الاصنام لیست کذلک ولکنھا مثلکم فی کونھا مملوکۃ للہ مسخرۃ لامرہ (تفسیر فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

جن بتوں کو تم نے معبود ٹھہرایا ہے اور خدائی کا حق دیا ہے وہ تمہارے کام تو کیا آتے، خود اپنی حفاظت پر بھی قادر نہیں اور باوجود مخلوق ہونے کے ان کمالات سے محروم ہیں جن سے کسی مخلوق کو دوسری پر تفوق و امتیاز حاصل ہوسکتا ہے۔گو ان ظاہری ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان سب کچھ تم بناتے ہو لیکن ان اعضاء میں وہ قوتیں نہیں جن سے انہیں اعضاء کہا جاسکے۔نہ تمہارے پکارنے سے مصنوعی پاؤں سے چل کر آسکتے ہیں نہ ہاتھوں سے کوئی چیز پکڑ سکتے ہیں نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ کانوں سے کوئی بات سنتے ہیں۔اگر پکارتے پکارتے تمہارا گلا پھٹ جائے گا تب بھی وہ تمہاری آواز سننے والے اور اس پر چلنے والے یا اس کا جواب دینے والے نہیں۔تم ان کے سامنے چلاؤ یا خوش رہو دونوں حالتیں یکساں ہیں نہ اس سے فائدہ نہ اس سے نفع۔تعجب ہے کہ جو چیزیں مملوک و مخلوق ہونے میں تم ہی جیسی عاجز و درماندہ بلکہ وجود و کمالات میں تم سے بھی گئی گذری ہوں انہیں خدا بنالیا جائے۔

اور جو اس کا رد کرے اسے نقصان پہنچنے کی دھمکیاں دی جائیں

چنانچہ مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کو کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کی بے ادبی کرنا چھوڑ دیں ورنہ نہ معلوم وہ کیا آفت تم پر نازل کر دیں۔

ویخوفونک بالذین من دونہ (زمر رکوع ۴)

(تفسیر عثمانی صفحہ ۲۲۷)

مندرجہ بالا تفاسیر سے معلوم ہوا کہ یہاں بھی ''من دون اللہ'' سے مراد بت ہیں ان کو عباد امثالکم صرف اس لئے کہا گیا ہے کہ جس طرح انسان خداوند قدوس کی مخلوق اور اس کے مملوک ہیں اس طرح پر بت بھی خدا کی مخلوق اور اس کے مملوک ہیں۔ اس پر خدا تعالیٰ کا فرمان شاہد ہے واللہ خلقکم وما تعملون۔

نوٹ! دیوبندی مفسرین عبدالماجد دریا آبادی اپنی تفسیر ماجدی صفحہ ۳۷۱ اور مولوی محمد ادریس کاندھلوی اپنی تفسیر معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۷۹ پر بھی اس آیت میں بتوں کی مذمت مراد لے رہے ہیں۔

نجدی مکتبہ فکر قرآن حکیم کے مفاہیم کی تحریف سے بھی باز نہیں آتا۔ انہی لوگوں کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بدترین مخلوق سمجھتے تھے جو بتوں والی آیات انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرنے سے باز نہیں

آتے۔ اگر نجدی اس کے بعد والی آیات ہی پڑھ لیتے تو بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی کہ ان آیتوں میں صرف بت ہی مراد ہیں نہ کہ انبیاء و اولیاء۔ بعد والی آیات ملاحظہ ہوں۔

الھم ارجل یمشون بھا ام لھم اید یبطشون بھا ام لھم اعین یبصرون بھا ام لھم اذان یسمعون بھا (پارہ ۹، الاعراف آیت ۱۹۵)

ترجمہ: کیا ان کے پاس چلنے والے پاؤں ہیں؟ کیا ان کے پاس پکڑنے والے ہاتھ ہیں؟ کیا ان کے پاس دیکھنے والی آنکھیں ہیں؟ کیا ان کے پاس سننے والے کان ہیں؟

اب ظاہر بات ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کو تو اللہ تعالیٰ نے چلنے والے پاؤں، پکڑنے والے ہاتھ، دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان عطا فرمائے تھے۔

تو پتہ چلا کہ یہ صرف بت ہی ہیں جن کے اعضاء اپنا اپنا فریضہ انجام دینے سے قاصر ہیں۔

ایک مشہور غیر مقلد مفسر احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں:

ان آیتوں میں اللہ پاک نے مشرکوں کو تنبیہ فرمائی کہ کیا تم ایسی چیزوں کو معبود ٹھہراتے ہو جن میں کسی شئے کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں اور عبادت تو خالق کارساز کو زیبا ہے۔ مخلوق کسی طرح عبادت کی مستحق نہیں ہے۔ ان بتوں سے ہزار درجہ تم بہتر ہو کہ تم میں چلنے پھرنے کی طاقت ہے کھاتے، پیتے ہو، بتوں میں کیا قدرت ہے۔ اگر کوئی ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تو یہ کیا بچاؤ اپنا کر سکتے ہیں؟ پھر جب اپنا اختیار انہیں نہیں ہے اور اپنے نفع ونقصان سے بالکل یہ بے خبر ہیں تو تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں کہ ایک مکھی جس میں کچھ بھی سکت نہیں اگر ان کے پاس سے کوئی کھانے کی چیز لے بھاگے تو ان کا اتنا بس نہیں چل سکتا کہ اس مکھی سے چھڑا لیں تو پھر دوسروں کو کیا مدد دے سکتے ہیں۔ اگر تم ان کو کسی مدد کیلئے بلاؤ تو ہرگز نہیں آئیں گے۔ کیونکہ ان میں بصارت نہیں سننے کی قوت نہیں، ان کو تمہارا پکارنا اور نہ پکارنا برابر ہے وہ تو خدا کی مخلوق میں تم سے بدتر ہیں تم انسان اشرف المخلوقات ہو اور یہ بت پتھر کی مورتیں ہیں۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو ان کو پکار کر دیکھو نہ ان کے پیر ہیں جو وہ چل سکیں،

نہ ان کے ہاتھ جو وہ کوئی چیز پکڑ سکیں، نہ آنکھیں ہیں جو کسی چیز کو دیکھیں، نہ کان رکھتے ہیں جو کسی کی آواز سنیں۔

پھر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ ان مشرکوں سے کہو کہ تم اپنے معبودوں کی دھمکیاں دے کر کیا ڈراتے ہو جہاں تک ہو سکے کمی نہ کرو اپنے سارے معبودوں کو پکار کر مکر کر لو اور جو جی میں آئے کر گزرو مجھے اس سے کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ میرا والی اور حمایتی خدا وحدہٗ لاشریک ہے جس نے اپنے رسولوں پر کتابیں اتاری ہیں وہ میری حمایت کریگا اور نیک لوگوں کی بھی وہی حمایت کرتا ہے اور جو محبوب تمہارے ہیں ان میں خاک کسی قسم کی قدرت نہیں ہے نہ اپنی ذات کی بھلائی کی انہیں قدرت حاصل ہے نہ تمہیں کچھ ان سے مدد مل سکتی ہے۔ اگر تم انہیں پکارو بھی تو وہ نہیں سن سکتے ظاہر میں معلوم ہوتا ہے کہ بت ادھر ہی نظر کئے ہوئے ہیں مگر در حقیقت آنکھ تو ہے نہیں جو دیکھ سکیں۔ (احسن التفاسیر صفحہ ۳۳۹، ۳۳۸)

مندرجہ بالا تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم میں اکثر مقامات پر ”من دون اللہ“ سے مراد بت ہیں اور خاص طور پر وہ آیات مقدسہ

جن کو وہابی و دیوبندی حضرات انبیاء واولیاء کے نافع نہ ہونے پر پیش
کرتے ہیں ان سے مراد بت ہی ہیں۔ اور لوگ جو کافروں اور بتوں
کے حق میں نازل شدہ آیات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ
پر چسپاں کرتے ہیں پرلے درجے کے ظالم ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب قائم فرمایا ہے
جس کا ایک حصہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

وکان ابن عمر یراهم شرار خلق الله
وقال انهم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار
فجعلوها علی المؤمنین (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۴)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان خوارج کو اللہ تعالیٰ
کی ساری مخلوق سے بدتر سمجھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان
بدبختوں نے کافروں کے حق میں نازل شدہ آیات کو مومنین پر چسپاں
کیا ہے۔

اگر غیر اللہ کو پکارنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی اپنے پیاروں کو نہ پکارتا

وہابی نجدی یہی شور مچاتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارنا
شرک ہے اور اس مقصد کیلئے وہ ''من دون اللہ'' والی آیات بھی پڑھتے
ہیں (جن کا تفصیلی جواب گذر چکا ہے)

ہم اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کے علاوہ کسی
اور کو معبود سمجھ کر پکارنا یقیناً شرک ہے لیکن اس کا محبوب اور اس کی مخلوق
سمجھ کر پکارنا اللہ کی بھی سنت ہے انبیاء کی بھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ
علیہم اجمعین کی بھی۔

(۱)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پکارا

یآدم اسکن انت وزوجك الجنة (پارہ ۱، البقرۃ آیت ۳۵)

ترجمہ: اے آدم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔

(۲)

قیل ینوح اھبط بسلٰم منا وبرکٰت علیک۔

(پارہ۱۲، سورۃ ہود آیت ۴۸)

ترجمہ: فرمادیا گیا کہ اے نوح ہماری جانب سے سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ اتر جو تجھ پر ہیں۔

(۳)

وماتلک بیمینک یموسٰی (پارہ۱۷، طٰہٰ آیت ۱۷)

ترجمہ: اے موسیٰ تیرے اس دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

(۴)

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو پکارا:

ونادینٰہ ان یابراھیم۔ قد صدقت الرؤیا

(پارہ۲۳، الصٰفٰت، آیت ۱۰۴، ۱۰۵)

ترجمہ: اور ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔

(۵)

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو پکارا

اذ قال اللہ یعیسٰی انی متوفیک ورافعک الی۔

(پارہ۳، آل عمران آیت ۵۵)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں۔

(۶)

حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام کو پکارا:

یٰزکریا انا نبشرک بغلٰم ن اسمہٗ یحیٰی

(پارہ۱۶، سورہ مریم آیت ۷)

ترجمہ: اے زکریا ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے۔

(۷)

حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو پکارا:

یٰیحییٰ خذ الکتاب بقوۃ (پارہ ۱۶، سورہ مریم آیت ۱۲)

ترجمہ: اے یحییٰ میری کتاب کو مضبوطی سے تھام لے۔

معلوم ہوا کہ: انبیاء کرام علیہم السلام کو پکارنا شرک نہیں ہے اگر ہر پکار شرک ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی بھی اپنے پیغمبروں کو نہ پکارتا۔

﴿اپنے پیارے حبیب ﷺ کو القاب سے پکارا﴾

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دوسرے انبیاء کرام کو نام لے کر پکارا۔ لیکن اپنے پیارے حبیب ﷺ کو پیارے پیارے لقب دے کر پکارا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

(۸)

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔

(پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۶۷)

ترجمہ: اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپکے رب کی جانب سے

نازل کیا گیا پہنچا دیجئے۔

(۹)

یاایھا النبی انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا۔ وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۵،۴۶)

ترجمہ: اے نبی یقیناً ہم نے ہی آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا، آگاہ کرنے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔

(۱۰)

یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (پارہ ۲۲، احزاب آیت ۵۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور اچھی طرح سلام بھیجو۔

(۱۱)

یاایھا المزمل۔ (پارہ ۲۹، سورۃ مزمل آیت ۱)

ترجمہ: اے جھرمٹ مار کر کپڑا اوڑھنے والے۔

(۱۲)

یآیہا المدثر۔ (پارہ ۲۹، سورۃ مدثر آیت ۱)

ترجمہ: اے کپڑا اوڑھنے والے۔

اللہ تعالیٰ نے تو سب انسانوں کو پکارا۔

(۱۳)

یآیہا الناس اعبدوا ربکم (پارہ ۱، سورۃ بقرۃ آیت ۲۱)

(۱۴)

اگر مطلق پکار شرک ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی بھی نبی کریم ﷺ کو کافروں کے پکارنے کا حکم نہ دیتا۔

قل یآیہا الکفرون۔ (پارہ ۳۰ سورۃ کافرون آیت ۱)

(۱۵)

اللہ تعالیٰ نے آگ کو پکارا۔

قلنا ینار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم۔

(پارہ ۱۷، الانبیاء آیت ۶۹)

ترجمہ: ہم نے کہا اے آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم کیلئے سلامتی اور آرام کی چیز بن جا۔

(۱۶)

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بھی پکارا۔

وقیل یارض ابلعی مائک ویسماء اقعلی وغیض المآء۔ (پارہ ۱۲، سورۃ ہود آیت ۴۴)

ترجمہ: اور کہا گیا اے زمین نگل جا اپنے پانی کو اور اے آسمان بس کر تھم جا۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ مخلوق سمجھ کر پکارنا سنت الٰہیہ ہے اور مخلوق کو معبود سمجھ کر پکارنا شرک ہے۔

الحمد للہ ہم اہل سنت وجماعت بھی نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا محبوب سمجھ کر پکارتے ہیں معبود سمجھ کر نہیں پکارتے۔

(سوال)

جتنی آیات کریمہ آپ نے پیش کی ہیں ان سب میں پکارنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی کسی بھی مخلوق سے دور نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: واذا سالك عبادی عنی فانی قریب۔ (پارہ ۲، بقرۃ آیت ۱۸۶)

نیز ارشاد ربانی ہے: ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه، ونحن اقرب الیه من حبل الورید۔ (پارہ ۲۶، سورۃ قٓ، آیت ۱۶)

ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں اور اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

آپ ایسی آیات کریمہ پیش کریں جس میں دور سے پکارا گیا ہو۔ کیونکہ آپ بھی دور دراز سے نبی کریم ﷺ کو یارسول اللہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ پھر جو احادیث پیش کی گئی ہیں ان میں نبی اکرم ﷺ کو قریب سے پکارا گیا ہے۔

(جواب)

وہابی نجدی جب ''من دون اللہ'' والی آیات پڑھتے ہیں تو اس وقت آیات قرآنیہ کی معنوی تحریف کرتے ہوئے کہتے ہیں انبیاء و اولیاء

کو مت پکارو وہاں تو قریب اور بعید زندہ اور صاحب قبر کی کوئی قید نہیں لگاتے اور جب ہماری طرف سے جواب ملتا ہے تو اپنی طرف سے من گھڑت قیدیں لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ کیا قرآن حکیم میں کہیں ایسا موجود ہے کہ ''من دون اللہ'' اگر قریب ہو تو پکارنا جائز اور دور ہو تو پکارنا شرک ہاتو برھانکم ان کنتم صدقین

جب کہ ہم کہتے ہیں کہ بتوں کو احترام کی نگاہ سے پکارنا حرام اور شرک ہے۔ خواہ وہ نزدیک ہوں یا بعید۔

اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کا پیارا سمجھ کر پکارنا جائز ہے خواہ ان کا جسد بشری قریب ہو یا دور۔

اتمام حجت کی خاطر ہم دور سے بھی ندا کی مثالیں پیش کر دیتے ہیں۔

﴿دور سے پکارنے پر دلائل ملاحظہ ہوں﴾

﴿دلیل نمبر ۱﴾

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا جب وہ کعبۃ اللہ کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو:

واذن فی الناس بالحج یأتوك رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق۔ (پارہ ۱۷، الحج آیت ۲۷)

ترجمہ: اور لوگوں میں حج کی منادی کردے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔

اسی آیت مبارکہ کی تفسیر جلالین سے ملاحظہ فرمائیں:

فنادی علی جبل ابی قبیس یایھا الناس ان ربکم بنی بیتا واوجب علیکم الحج الیه فاجیبوا ربکم والتفت بوجهه یمینا وشمالا وشرقا وغربا فاجابه کل من کتب له ان یحج من اصلاب الرجال وارحام الامهات لبیك اللهم لبیك۔ (تفسیر جلالین صفحہ ۲۸۱، تفسیر جلالین مع جمل جلد ۳ صفحہ ۱۶۳)

ایک غیر مقلد عالم حافظ صلاح الدین یوسف اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ اللہ تعالی کی قدرت ہے کہ مکہ کے پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہونے والی یہ نحیف سی صدا دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئی جس کا

مشاہدہ حج اور عمرے میں ہر حاجی اور معتمر کرتا ہے۔ (تفسیر احسن البیان صفحہ ۸۱۰، مکتبہ دار السلام الریاض لاہور)

غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:۔

ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے رب میں سب لوگوں کو کس طرح پہنچاؤں حالانکہ میری آواز ان تک نہیں پہنچ سکتی۔ حکم ہوا تو پکار پہنچا دینا ہمارا کام ہے۔ پس کھڑے ہوئے مقام ابراہیم پر۔ اور بعض کہتے ہیں کسی پتھر پر۔ اور بعض نے کہا کوہ صفا پر۔ اور بعض کے نزدیک جبل ابی قبیس پر۔ اور کہا یایھا الناس ان ربکم قد اتخذ بیتا فحجوه یعنی اے لوگو تمہارے رب نے ایک گھر بنایا اس کی طرف توجہ کرو۔ کہتے ہیں یہ آواز سن کر پہاڑ جھک گئے یہاں تک کہ یہ آواز زمین کے کناروں تک پہنچ گئی اور جو لوگ ماؤں کے شکم میں اور باپوں کی پشت میں تھے ان کو بھی یہ آواز سنا دیا۔

یہ وہ مضمون جو ابن عباس اور مجاہد اور سعید بن جبیر اور اکثر سلف سے مروی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تفصیل وار ذکر کیا ہے۔ (ترجمان القرآن صفحہ ۷۲۲)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اگر دور سے پکارنا شرک یا حرام ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی حضرت ابراہیم کو دور سے پکارنے کا حکم نہ دیتا۔

دلیل نمبر ۲

ابن ماجہ میں ہے:

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاتؤذی امرءۃ زوجها الا قالت زوجتهٗ من الحور العین لا تؤذیه قاتلك الله فانما هو عندك دخیل اوشك ان یفارقك الینا۔

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۴۶، باب فی المرءۃ تؤذی زوجہا)

ترجمہ: جب کوئی عورت اپنے خاوند کو تنگ کرتی ہے تو حور عین جو کہ جنت میں اس کی زوجہ ہوگی کہتی ہے اے عورت اسے تنگ نہ کر تیرا ستیاناس یہ خاوند تو تیرے پاس مہمان ہے عنقریب یہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا۔

اس حدیث کو ناصر الدین البانی نے صحیح قرار دیا ہے:

(صحیح سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۱)

اس حدیث شریف سے دو مسئلے معلوم ہوئے:

(۱) دور سے پکارنا شرک نہیں اگر دور سے پکارنا شرک ہوتا تو جنت کی حور عین دنیا کی عورت کو نہ پکارتی۔

(۲) عورت اپنے خاوند کو جب دنیا میں ایذاء دیتی ہے تو اس ایذاء کی آواز جنت میں بیٹھی ہوئی حور عین سن لیتی ہے اور جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔

پتہ چلا کہ امتی کا درود و سلام بھی نبی کریم ﷺ گنبد خضراء میں سن سکتے ہیں۔

دلیل نمبر ۳

وعن ابن عمر ان عمر بعث جیشا وامر علیهم رجلا یدعی ساریة فبینما عمر یخطب فجعل یصیح یاساری الجبل فقدم رسول من الجیش فقال یا امیر المؤمنین یقینا عدونا فهزمونا

فاذا بصائح یصیح یا ساری الجبل فاسندنا ظهورنا
الی الجبل فهزمهم الله تعالی۔ رواہ البیهقی فی
دلائل النبوۃ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۴۶ باب الکرامات)

اس حدیث کی شرح میں ایک غیر مقلد عالم
ابوسعید محمد شرف الدین دہلوی لکھتے ہیں:

''اس حدیث کو اربعین میں ابو عبدالرحمٰن اور
کرامات الاولیاء میں ابن الاعرابی نے اور دلائل میں ابونعیم نے اور
السنہ میں لال کائی نے اور ابن عساکر نے اپنی مسند میں بھی تخریج کیا
ہے۔ البانی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے
الاصابہ جلد۲ صفحہ۳ ساریہ کے ذکر میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے
ہے اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ جلد۷ صفحہ ۱۳۱ میں ذکر کر کے کہا
ہے کہ هذا اسناد جید حسن اس حدیث میں سے حضرت
عمر کی کئی کرامتیں ثابت ہوئی ہیں۔

۱) حضرت عمر کیلئے میدان جنگ کا منکشف ہونا۔

۲) اپنی آواز کا مجاہدین تک پہنچانا اور ہرایک مجاہد کا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت کو سننا۔

۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی برکت سے مجاہدین کو فتح ونصرت کا
ملنا۔ ۴) اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت وفضیلت
بھی ظاہر ہو رہی ہے اور آپ کی خلافت کی صحت کی بھی دلیل ہے۔
واللہ اعلم بالصواب۔ (کنز العمال، مرقات، البدایہ والنہایہ)

(تنقیح الرواۃ الربع الاخیر صفحہ ۱۹۳)

دلیل نمبر ۴

نبی مکرم شفیع معظم ﷺ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف
لائے: فصعد الرجال والنساء فوق البیوت وتفرق
الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یا محمد
یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ۔

(مسلم شریف جلد۲ صفحہ ۴۱۹)

ترجمہ: پھر مرد اور عورتیں گھروں کے اوپر چڑھ گئے اور غلام اور لڑکے
راستوں میں بکھر گئے نعرے لگا رہے تھے یا محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

معلوم ہوا کہ:

(۱) اجتماعی طور پر یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانا نبی اکرم ﷺ کے مدنی صحابہ کی سنت ہے۔

(۲) یہ نعرے نبی کریم ﷺ کے جسم بشری کے کچھ فاصلے پر لگائے جارہے تھے یعنی دور سے نبی کریم ﷺ کو پکارا جارہا تھا۔

(سوال)

زندہ کو پکارنا جائز ہے خواہ وہ نزدیک ہو یا دور۔ مردہ کو پکارنا شرک ہے۔ نبی ﷺ اس وقت زندہ نہیں ہیں مر کر مٹی میں مل گئے ہیں اس لئے ان کو پکارنا شرک ہے۔

(الجواب)

جہاں وہابی ہے وہاں عقل نہیں اور جہاں عقل ہے وہاں وہابی نہیں۔

(۱) شرک نام ہے کسی کو ذات یا صفت کے اعتبار سے اللہ جیسا ماننے کا۔

مردہ کو پکارنا شرک صرف اسی صورت میں بن سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کو بھی معاذ اللہ مردہ مانا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ

الحیی ہے موت تو درکنار اس کو تو اونگھ اور نیند بھی نہیں آتی۔

(۲) نبی اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں صرف۔

نبی کریم ﷺ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام جو اپنی اپنی قبروں میں جلوہ فرما ہیں وہ بھی زندہ ہیں۔ تبھی تو شب معراج یہ انبیاء کرام علیہم السلام مسجد اقصیٰ میں تشریف فرما ہو گئے تھے۔

نوٹ! اس مسئلہ کو تفصیلاً کتاب ''حیات النبی'' میں بیان کردیا گیا ہے

(۳)

مُردوں کو پکارنا بھی قرآن حکیم سے ثابت ہے ملاحظہ ہو۔

حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا جس کی تفصیل (پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۶۰) کے اندر موجود ہے۔ پھر خلیل اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان مُردہ پرندوں کو پکارا تھا۔

اگر مردہ کو پکارنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی ان مردہ پرندوں کو پکارنے کا حکم نہ فرماتا۔

اس کی تفسیر میں ایک وہابی عالم حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

یہ احیائے موتیٰ کا دوسرا واقعہ ہے جو ایک نہایت جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواہش اور ان کے اطمینان قلب کیلئے دکھایا گیا۔ یہ چار پرندے کون کون سے تھے؟ مفسرین نے مختلف نام ذکر کئے ہیں لیکن ناموں کے تعین کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ اللہ نے بھی ان کے نام ذکر نہیں کئے۔ بس یہ چار مختلف پرندے تھے ''فصرھن'' کے ایک معنیٰ ''املھن'' کئے گئے ہیں یعنی ان کو ''ہلالے'' (مانوس کرے) تاکہ زندہ ہونے کے بعد ان کو آسانی سے پہچان لے کہ یہ وہی پرندے ہیں اور کسی قسم کا شک باقی نہ رہے۔ اس معنی کے اعتبار سے پھر اس کے بعد ثم قطعھن ''(پھر ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرے) محذوف ماننا پڑے گا۔

دوسرے معنی قطعھن (ٹکڑے ٹکڑے کرے) کئے گئے ہیں اس صورت میں کچھ محذوف مانے بغیر معنی واضح ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے کرے مختلف پہاڑوں پر ان کے اجزاء باہم ملا کر

رکھ دے، پھر تو آواز دے تو وہ زندہ ہو کر تیرے پاس آجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بعض جدید وقدیم مفسرین نے (جو صحابہ وتابعین کی تفسیر اور سلف کے منہج ومسلک کو اہمیت نہیں دیتے) فصرھن کا ترجمہ صرف ''ہلالے'' کا کیا ہے اور ان کے ٹکڑے کرنے اور پہاڑوں پر ان کے اجزاء بکھیرنے اور پھر اللہ کی قدرت سے ان کے جڑنے کو وہ تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن یہ تفسیر صحیح نہیں اس سے واقعے کی ساری حیثیت ختم ہو جاتی ہے اور مردے کو زندہ کر دکھانے کا سوال جوں کا توں قائم رہتا ہے حالانکہ اس واقعہ کے ذکر سے مقصود اللہ تعالیٰ کی صفت احیائے موتیٰ اور اسکی قدرت کاملہ کا اثبات ہے (تفسیر احسن البیان صفحہ ۵۵)

دلیل نمبر ۵

حضرت سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم کی ہلاکت کے بعد ان کو پکارا: یٰقوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی ونصحت لکم ولکن لا تحبون الناصحین۔

(پارہ ۸ سورۃ اعراف آیت ۷۹)

ترجمہ: اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی۔ لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قال لهم صالح ذالك بعد هلاكهم تقريعا وتوبيخا وهم يسمعون۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

ترجمہ: حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کی ہلاکت کے بعد ان کو بطور تہدید و توبیخ خطاب فرمایا اور قوم اس خطاب کو سن رہی تھی۔

﴿دلیل نمبر ۶﴾

حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام نے بھی قوم کی ہلاکت کے بعد پکارا:

وقال يٰقوم لقد ابلغتكم رسالت ربي ونصحت لكم فكيف اسٰى على قوم كافرين۔ (پارہ ۹ سورۃ اعراف آیت ۹۳)

اور فرمایا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے

اور خیر خواہی کر چکا تمہاری اب کیا افسوس کروں کافروں پر۔

معلوم ہوا کہ: اگر مردوں کو پکارنا شرک ہوتا تو نہ ابراہیم علیہ السلام مردہ پرندوں کو پکارتے اور نہ ہی حضرت سیدنا صالح علیہ السلام اور حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام اپنی اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد ان کو پکارتے۔

﴿نبی کریم ﷺ کے وصالِ مقدس کے بعد یا کے ساتھ خطاب﴾

﴿دلیل نمبر ۱﴾

نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کا جب وصالِ مقدس ہوا تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت مقام سُنح میں تھے جب آپ کو معلوم ہوا تو فوراً تشریف لائے۔

فكشف عن وجهه ثم اكب عليه فقبله ثم بكى فقال بابي انت يانبي الله لا يجمع الله عليك موتتين۔ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۶۶ ادائیں جانب)

حضرت ابوبکر صدیق نے نبی مکرم ﷺ کے چہرہ انور سے کپڑا ہٹایا پھر آپ پر جھک گئے۔ پھر آپ کے (ماتھے) کو بوسہ دیا۔ پھر روئے اور عرض کیا میرا باپ آپ پر قربان ہو یا نبی اللہ۔ اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا۔

سوال: حضرت ابوبکر صدیق نے نبی اکرم ﷺ کو جو "یا" کہہ کر پکارا ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی کریم ﷺ قبر انور میں تشریف نہیں لے گئے تھے۔ حوالہ تو وہ پیش کریں کہ نبی اکرم ﷺ قبر انور میں ہوں اور کسی صحابی نے ان کو پکارا ہو؟

جواب: وہابیوں کے پاس نہ تو قرآن حکیم ہی ہے اور نہ ہی حدیث۔ بس قیاس ہی ہے وہ بھی جعلی۔ قرآن و حدیث کے پورے ذخیرہ میں سے ایک بھی آیت یا حدیث ایسی نہیں ملے گی جس میں یہ لکھا ہو کہ قریب والے کو پکارنا جائز ہے اور دور والے کو پکارنا شرک۔ زندہ کو پکارنا تو جائز اور قبر والے کو پکارنا شرک۔ یہ تقسیم نہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی نہ کسی صحابی نے۔ اس لئے وہابیوں کے اصول کے مطابق یہ تقسیم خود بدعت قرار پائے گی۔ لیکن پھر بھی ہم اتمام حجت کیلئے چند

حوالہ جات پیش کردیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے قبر انور میں جانے کے بعد "یا" کے ساتھ خطاب

دلیل نمبر ۱

عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یارسول اللہ۔ السلام علیک یاابابکر۔ السلام علیک یا ابتا۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۷۶)

عبدالرزاق معمر سے وہ ایوب سے وہ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی کسی سفر سے واپس آتے تو نبی اکرم ﷺ کی قبر انور پر حاضری دیتے تو عرض کرتے یارسول اللہ آپ پر سلام ہو۔ اے ابوبکر آپ پر سلام ہو۔ اے ابا جان آپ پر سلام ہو۔

اس حدیث کی توثیق:

روی عبدالرزاق باسناد صحیح ان ابن عمر الخ (وفاء الوفاء جلد ۴ صفحہ ۱۳۵۸، از امام سمہودی)

وقال عبدالرزاق فی مصنفہ "باب السلام علی قبر النبی ﷺ" وروی فیہ آثارًا منہا باسناد صحیح۔ ان ابن عمر الخ (شفاء السقام صفحہ ۷۳)

علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں:

پھر حضرت عبداللہ ابن عمر مسجد نبوی شریف میں آتے اور وہاں نماز ادا فرماتے پھر نبی اکرم ﷺ پر اور آپ کے دونوں صحابہ پر سلام پڑھتے حجرہ مطہرہ کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پشت کرتے پھر کہتے السلام علیک یارسول اللہ۔ السلام علیک یانبی اللہ۔ یاخیر خلق اللہ من خلقہ یااکرم الخلق ربہ یاامام المتقین۔ (نزل الابرار جلد ۱ صفحہ ۲۸۶)

دلیل: وقال ابن ابی فدیک سمعت بعض من ادرکت یقول بلغنا انہ من وقف عند قبر

النبی ﷺ فتلا ھذہ الآیۃ (ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی) ثم قال صلی اللہ علیک یامحمد من یقولہا سبعین مرۃ ناداہ ملک صلی اللہ علیک یافلان ولم تسقط لہ حاجۃ۔

حضرت ابن ابی فدیک (محمد بن اسماعیل بن مسلم) المتوفی ۲۰۰ھ (جو کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے بھی شیخ ہیں) نے فرمایا کہ میں نے بعض بزرگوں کو یہ فرماتے سنا کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس کھڑے ہو کر آیت کریمہ (ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی) تلاوت کرے پھر ستر ۷۰ مرتبہ کہے صلی اللہ علیک یا محمد تو ایک فرشتہ اس کو پکار کر کہتا ہے اے فلاں تم پر اللہ تعالیٰ نے رحمت نازل فرمادی ہے اور اس کی سب حاجات کو پکار کر کہتا ہے اے فلاں تم پر اللہ تعالیٰ نے رحمت نازل فرمادی ہے اور اس کی سب حاجات پوری ہو جاتی ہیں۔ (شفاء شریف صفحہ ۸۵)

امام شہاب الدین خفاجی اور امام ملا علی قاری دونوں اس کی

شرح میں فرماتے ہیں کہ اب کوئی بھی شخص اس درود شریف میں یا محمد نہ کہے بلکہ اس کی جگہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ جیسے الفاظ کہے۔

(نسیم الریاض۔شرح شفاء جلد۳ صفحہ ۵۱۵)

(ولم تسقط له) وفی نسخة لك (حاجة) بل ترفع والمعنى قضيت كل حاجة له دنيوية او اخروية۔ (نسیم الریاض۔شرح شفاء جلد۳ صفحہ ۵۱۵)

سوال: سلام کی نیت سے "یا" کہنا جائز ہے۔آپ حوالہ ایسا پیش کریں جس سے یہ ظاہر ہو کہ کسی صحابی نے قبر انور پر حاضر ہو کر نبی کریم ﷺ سے کچھ مانگا ہو۔قبر والے سے "یا" کہہ کر سوال کرنا یہ شرک ہے۔

جواب: (۱) حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا۔ایک صحابی جن کا نام (بلال بن حارث المزنی) نبی اکرم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور آن کر عرض کیا یا رسول اللہ استسقى الله لامتك فانهم قد هلكوا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کیلئے بارش لے دیجئے اس لئے

کہ وہ مر چلی ہے (یہ عرض کر کے صحابی گھر واپس آگئے) پھر رسول اللہ ﷺ خواب میں ملے اور فرمایا عمر کے پاس جا کر میرا اسلام کہو اور لوگوں کو بتا دو کہ ان کو بارش مل جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱۲ صفحہ ۳۲)

نوٹ!

(۱) حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۴۹۵

(۲) حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ہذا اسناد صحیح جلد۷ صفحہ ۹۴ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) برکت رسول فی الہند حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(جذب القلوب مترجم صفحہ ۲۳۸)

علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں:

جو باتیں آنحضرت ﷺ سے دنیاوی حیات کی حالت میں عرض کر سکتے تھے وہ اب بھی عرض کر سکتے ہیں اور جو فیوض و برکات آنحضرت ﷺ سے پہلے ہوتے تھے وہ اب بھی ہوتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ مترجم جلد ۱ صفحہ ۴۵۶ باب جمعہ کی فضیلت)

قاضی شوکانی اور مولوی شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان
رسول الله ﷺ حی بعد وفاته وانه يسر بطاعات
امته۔ (عون المعبود جلد ۱ صفحہ ۴۰۵، نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۲۸۲)

محققین کی ایک پوری جماعت کا عقیدہ ہے کہ بے شک
رسول اللہ ﷺ اپنی وفات شریف کے بعد زندہ بھی ہیں اور اپنے
امتیوں کی نیکیوں پر خوش بھی ہوتے ہیں۔

(۲) اولیاء کاملین کی قبور سے فیض ملتا ہے:

نبی کریم ﷺ تو سید الانبیاء ہیں۔ اولیاء کاملین کی قبروں پر جا
کر سوال کرنے سے بھی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔

قال الحاكم سمعت اباعلی النيشاپوری
يقول كنت فی غم شديد فرأيت النبی ﷺ
فی المنام كانه يقول لی صر الى قبر يحيى بن
يحيى واستغفر وسل تقض حاجتك فاصبحت

ففعلت ذالك فقضيت حاجتی۔ (تہذیب التہذیب
جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۱، مطبوعہ ملتان (از ابن حجر)

امام حاکم فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے استاد) حضرت ابوعلی
نیشاپوری سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بڑا سخت پریشان تھا تو
مجھے خواب میں نبی مکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی مجھے یوں لگا کہ
آپ ﷺ مجھے حکم فرما رہے ہیں کہ یحییٰ بن یحییٰ کی قبر پر جاؤ اور
استغفار کرو اور مانگو تو تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی۔ ابوعلی فرماتے
ہیں صبح ہوتے ہی میں نے ایسا کیا تو میری حاجت پوری ہوگئی۔ (ابن
حجر کا انتقال ۸۵۲ھ میں ہوا)

سوال: قبر پر جا کر ندا کرنا تو جائز ہے لیکن دور سے صاحب قبر
کو ندا کرنا یہ شرک ہے۔

جواب: ہم اپنی بات کا اعادہ پھر کریں گے کہ وہابی حضرات
قیاس کا طعنہ ہمیں دیتے ہیں اور خود جعلی قیاس سے کام لینا چاہتے ہیں۔
وہابیوں کی یہ تقسیم قرآن وسنت کے پورے ذخیرہ میں موجود نہیں۔ لیکن
پھر بھی اتمام حجت کیلئے ہم چند حوالہ جات پیش کر دیتے ہیں۔

نواب صاحب لکھتے ہیں:

شرجی کہتے ہیں ایک بار پاؤں ابن عباس کا سن ہوگیا کہا یا محمد فی الفور کھل گیا۔ (کتاب التعویذات صفحہ ۴۷)

(۱) ایک مرتبہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا تو فقال لہٗ رجل اذکر احب الناس الیک فقال یامحمد (الادب المفرد صفحہ ۱۴۲، نزل الابرار از صدیق حسن خان صفحہ ۳۷۲، الاذکار النوویہ صفحہ ۲۷۸)

علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا لوگوں نے پوچھا تمہارے پاؤں کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا اس کے پٹھے جڑ گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا تم کو جو شخص سب لوگوں میں زیادہ محبوب ہو اس کو یاد کرو۔ انہوں نے کہا "یا محمد" اسی وقت پاؤں پھیلا دیا۔ (پاؤں کھل گیا) اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ غائب کی ندا مطلقاً منع نہیں ہے نہ وہ شرک ہے۔ جیسا کہ بعض تشدد والے سمجھتے ہیں محیط میں ہے کہ عربوں کا اعتقاد تھا کہ جس کا کوئی عضو سن ہوجائے اور وہ جس سے زیادہ محبت رکھتا ہو

اس کا نام لیوے تو وہ عضو کھل جاتا تھا اور یہ مضمون خود حدیث میں وارد ہے جس کو جزری نے حصن حصین میں ذکر کیا ہے کہ جس کا پاؤں سن ہوجائے وہ احب الناس کو یاد کرے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر صدیق کا پاؤں سن ہوگیا تو انہوں نے کہا یارسول اللہ۔ (لغات الحدیث کتاب انحاء جلد ۱ صفحہ ۱۹)

سوال: اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ محبت کی بناء پر یارسول اللہ کہنا جائز ہے جب کہ آپ تو بطور استغاثہ یارسول اللہ پکارتے ہو۔ بطور محبت پکارنے میں حرج نہیں۔ جس طرح کہ علامہ وحید الزماں نے لکھا ہے کہ عربوں کا اعتقاد تھا کہ عضو کے سن ہوتے وقت وہ احب الناس کا ذکر کرتے تھے اور امام خفاجی نے بھی یہ لکھا ہے کہ وھذا مما تعاھدہٗ اھل المدینۃ۔

(نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۳۵۵)

الجواب: ہم اہل سنت و جماعت بھی عام طور پر غلبۂ محبت میں ہی "یارسول اللہ" پکارتے ہیں بطور استغاثہ کبھی کبھی۔ لیکن اس حدیث میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو لفظ اپنی زبان سے

نکالا تھا وہ تھا یامحمداہ (شفاء شریف)

(میدان کربلا میں) حضرت سیدہ زینب نے اپنے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ندبہ کیا اور روتے ہوئے عرض کیا یامحمداہ۔ یامحمداہ۔ اللہ تعالیٰ اور آسمان کے فرشتے آپ پر درود پڑھیں حسین خون میں لتھڑا اور مقطوع الاعضاء ہو کر میدان میں پڑا ہے۔ یامحمداہ آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی ذریت قتل پڑی ہے جس پر صبا خاک اڑاتی ہے۔ (البدایہ والنھایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۵، ابن کثیر)

اسی کی شرح میں امام ملا علی قاری لکھتے ہیں:

(فصاح) ای فنادی باعلی صوتہ (یامحمداہ)

بسکون الهاء للندبة و كأنه رضی اللّٰه تعالیٰ عنه

قصد به اظهار المحبة فی ضمن الاستغاثة۔

(شرح شفاء جلد ۳ صفحہ ۳۵۵، علیٰ ہامش نسیم الریاض)

سوال: یہ حدیث تو ضعیف ہے۔

جواب: یہ کہنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ غلط اور دھاندلی ہے

کیونکہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور پھر امام بخاری نے ”الادب المفرد“ میں جو سند ذکر کی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس میں ابواسحٰق السبیعی جن کا نام عمرو بن عبداللہ ہے ان کو (۱) ابن حبان نے کتاب الثقات جلد ۵ صفحہ ۱۷۷ میں ذکر کیا ہے۔ (۲) حافظ ابن حجر نے ”ثقہ“ ”عابد“ کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ تقریب التھذیب صفحہ ۲۶۱ لاہور اور (۳) امام ذہبی نے ان کے بارے احد الاعلام اور ھو کالزھری فی الکثرۃ غزا مرات و کان صواما قواما۔ کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔ (الکاشف جلد ۲ صفحہ ۸۲ نمبر ۴۱۸۵)

نیز۔ امام احمد بن حنبل۔ یحیٰ بن نعیم۔ امام نسائی۔ ابوحاتم۔ احمد بن عبداللہ العجلی۔ یہ سب فرماتے ہیں کہ ابواسحٰق ثقہ تھے۔

ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں کہ:

کسی شخص نے حضرت شعبہ سے پوچھا کہ کیا ابواسحٰق نے حضرت مجاہد سے کچھ سنا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ امام مجاہد سے نہیں سنا کرتے تھے وہ تو حدیث میں مجاہد، اور حسن بصری اور ابن سیرین سے بھی بہتر تھے۔

احمد بن عبد العجلی فرماتے ہیں کہ

ابواسحٰق نے نبی کریم ﷺ کے چونتیس صحابہ سے حدیث سنی ہے۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد۲۲ صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۲)

بالفرض اگر یہ حدیث ضعیف بھی ثابت ہو تو پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ ضعیف حدیث کو ردی کی ٹوکری میں نہیں پھینک دیا جاتا بلکہ اس کا حکم وہابیوں کے شیخ الکل کی زبان سے سماعت فرمائیں۔

مولوی نذیر حسین کے نزدیک ضعیف حدیث کا حکم

''حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو جواز و استحباب ثابت ہوتا ہے''۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد ا صفحہ ۵۶۴)

معلوم ہوا کہ وہ حدیث ضعیف جو قرآن حکیم اور صحیح حدیث یا ضعیف حدیث کے خلاف نہ ہو اس پر عمل کرنا مستحب ہے قرآن حکیم تو درکنار کسی ضعیف حدیث میں بھی یارسول اللہ کی ممانعت نہیں ہے۔

(۲) علامہ وحید الزماں نے نبی کریم ﷺ سے وفات شریف کے بعد توسل کے جائز ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھا۔

اور ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بعد وفات بھی اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں تو جیسے توسل پہلے جائز تھا اب بھی جائز ہوگا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے اس کا عدم جواز نہیں نکلتا، بلکہ ان کا مقصود زندوں سے توسل کرنا تھا اور دلیل ہماری وہ روایت ہے جو طبرانی نے نکالی کبیر میں عثمان بن حنیف سے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کیلئے آتا جاتا تھا، وہ اس کی طرف التفات نہیں کرتے تھے، آخر وہ شخص ابن حنیف سے ملا۔ اور ان سے شکایت کی، تو انہوں نے کہا وضو کرنے کے مقام پر جاؤ۔ اور وضو کر، اور پھر مسجد میں آ، اور دو رکعت پڑھ، پھر کہہ اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک نبینا محمد ﷺ بنبی الرحمۃ یامحمد انی اتوجہ بک الی ربک فتقضی حاجتی اور اپنی حاجت کا خیال کر، وہ شخص گیا اور اس نے ایسا ہی کیا، بعد اس کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا، جواب اسی وقت آیا، اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان کے پاس لے گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند پر اس کو بٹھایا اور پوچھا تیرا کیا مطلب ہے؟ پھر اس

کے مطلب کو روا کیا اور کہا تو نے ابھی تک اپنا مطلب بیان نہیں کیا تھا،
اب جو تیرا مطلب ہوا کرے اس کو کہہ دیا کر، پھر وہ شخص وہاں سے نکلا
اور ابن حنیف سے مل کر بولا جزاک اللہ خیرا پہلے تو حضرت
عثمان کا یہ حال تھا کہ میری طرف دیکھتے ہی نہ تھے، نہ التفات کرتے
تھے، یہاں تک کہ تم نے ان سے میری بات کرائی، ابن حنیف نے کہا
قسم خدا کی میں نے ان سے بات نہیں کرائی۔ میں آنحضرت ﷺ
کے پاس موجود تھا کہ اتنے میں اندھا شخص آیا اور اپنی بینائی کا شکوہ کیا،
آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تو صبر کرتا ہے وہ بولا میرا کوئی لے چلنے
والا بھی نہیں ہے اور مجھے بہت تکلیف ہے۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا
اچھا تو وضو کے مقام پر جا اور وضو کر پھر دو رکعت پڑھ پھر یہی دعا آپ
نے ان کو سکھائی۔ ابن حنیف نے کہا قسم ہے خدا کی پھر ہم جدا نہیں
ہوئے تھے اور باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں وہی نابینا شخص ہمارے
پاس آیا گویا اس کی بینائی میں کچھ خلل نہ تھا۔ اور امام بیہقی نے اس
حدیث کو کئی طریقوں سے نکالا ہے اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں
اور اس کی اسناد میں روح بن صلاح ہے، ثقہ نے کہا اس کو ابن حبان اور

حاکم نے اور اس میں کچھ ضعف ہے باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔
(سنن ابن ماجہ مترجمہ جلد ۱ صفحہ ۵۷۱ (از وحید الزماں) اہل حدیث
اکادمی لاہور)

یہی حدیث مبارکہ مندرجہ ذیل مقامات پر بھی ملاحظہ ہو:
مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۸۲۔ دلائل النبوت از امام بیہقی صفحہ ۱۶۶ تا ۱۶۸
نوٹ! حافظ منذری اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں
والحدیث صحیح۔ الترغیب والترہیب جلد ۱ صفحہ ۴۷۶

علامہ وحید الزماں نے ایک اور مقام پر اس حدیث کے
متعلق یوں تبصرہ کیا: اخرجه البیهقی باسناد متصل
ورجاله ثقات۔ (ہدیۃ المہدی صفحہ ۴۸)

امام طبرانی فرماتے ہیں:
والحدیث صحیح (المعجم صغیر جلد ۱ صفحہ ۱۸۴)
نوٹ! ابن ماجہ وغیرہ میں اس حدیث کا اتنا حصہ مذکور ہے جس کا تعلق
نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی سے ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۰، ترمذی
شریف جلد ۲ صفحہ ۱۹۸، مستدرک امام حاکم مع تلخیص ذہبی جلد ۱ صفحہ ۳۱۳،

پھر جلد ۱ صفحہ ۵۱۹، پھر جلد ۱ صفحہ ۵۲۶، عمل الیوم واللیلہ از امام نسائی صفحہ ۴۱۸، عمل الیوم واللیلہ امام سنی صفحہ ۲۹۲، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۱۳۸، الترغیب والترہیب جلد ۱ صفحہ ۴۷۳، صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

علامہ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو یوں لکھا:

ان النبی علم شخصا ان یقول اللھم انی اسئلك واتوسل الیك بمحمد نبی الرحمة یا محمد یا رسول اللہ انی اتوسل بك الی ربی فی حاجتی لیقضیھا اللھم فشفعه فی فھذا التوسل به حسن۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۶)

وہابیوں کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفی الحدیث دلیل علی جواز التوسل برسول اللہ ﷺ الی اللہ عزوجل مع اعتقاد ان الفاعل ھو اللہ عزوجل وانه المعطی المانع ماشاء کان ومالم یشأ لم یکن۔ (نزل الابرار صفحہ ۳۰۴)

(۳) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کیلئے لشکر روانہ فرمایا جب لڑائی زوروں پر تھی تو ثم نادی بشعار المسلمین وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ پھر خالد بن ولید نے پکارا کہ مسلمانوں والا خاص نعرہ لگاؤ اس دن مسلمانوں کا خاص نعرہ تھا یا محمداہ۔ (البدایہ والنھایہ از ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۳۲۹)

کچھ تبدیلی کے ساتھ یہی واقعہ ملاحظہ ہو: (الکامل از ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)

مصباح اللغات میں ہے:

الشعار:۔ مخصوص لفظ جس سے فوج والے ایک دوسرے کو پہچانیں۔ (مصباح اللغات صفحہ ۴۳۶)

معلوم ہوا کہ آج بھی مسلمان ایک دوسرے کو یارسول اللہ کے لفظ سے پہچانتے ہیں۔

وہابی اور ندا کے ساتھ استغاثہ

خود وہابیہ نے بھی نبی کریم ﷺ کی شان میں ندا کر کے

استغاثہ کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) یا سیدی یا عروتی ووسیلتی۔ یا عدتی فی شدۃ وذخآء۔

اے میرے سردار، اے میرے سردار، اور میرے وسیلے۔ اے میرے سختی ونرمی کی حالت ساز وسامان۔

(۲) شفعت جاهك ضارعا متذللا۔ مالی ودائك صارف الضراء۔

میں نے نہایت عاجزی وانکساری سے آپ کی عزت وجاہ کو شفیع بنایا کیونکہ میرے لئے آپ کے سوا تکلیف ومصیبت کو کوئی دفع کرنے والا نہیں۔

(۳) انت المغیث برحمة وکرامة۔ فی غمة وغوایل وبلاء۔

آپ مددگار ہیں اپنی رحمت وکرامت کے ساتھ ہر سختی اور مشکلات وبلا میں۔

(۴) انجح مرامی یا کریم کرائم۔ انت القدیر

علی نفاذ رجائی۔

میرے مقاصد پورے فرما! اے بزرگیوں اور کرامتوں والے آپ میری امید کے پورے کرنے پر قادر ہیں۔

(۵) مالی ورائك مستغاث فارحمن۔ یا رحمة للعالمین بکائی۔ (حاشیہ ہدیۃ المہدی صفحہ ۲۰)

آپ کے علاوہ میرا کوئی فریادرس نہیں۔ اے رحمۃ اللعالمین میری گریہ زاری کو دیکھ اور مجھ پر رحم کر۔

(۶) یاایها الشمس الرفیع مکانه۔ ضائت بنورك ساحة الترابا۔

اے بلند مقام سورج، آپ کے نور سے زمین کے سارے میدان روشن ہوگئے۔ (آثر صدیقی جلد۲ صفحہ ۳۰،۳۱)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

یا شفیع العباد خذبیدی۔

انت فی الاضطرار معتمدی۔

اے بندوں کی شفاعت کرنیوالے، میری دستگیری فرمائیے۔

آپ مشکلات میں میری آخری امید گاہ ہیں۔

لیس لی ملجاء سواك اغث۔

مسنی الضر سیدی وسندی۔

آپ کے سوا میرا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں۔ اے میرے آقا میری فریاد سنئے۔ میں تکلیف میں مبتلا ہوں۔

غشنی الدھر یا ابن عبداللہ۔

کن مغیثا فانت لی مددی

زمانے کی مصیبتوں نے مجھ کو گھیر لیا ہے۔ اے ابن عبداللہ میری فریاد سنئے میری مدد فرمائیے۔

یارسول الالہ بابک لی

من غمام الغموم ملتحدی

یارسول اللہ میں غموں کے بادلوں میں گھرا ہوا ہوں۔ میری پناہ آپ ہی کا دروازہ ہے۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب۔ صفحہ ۱۹۴ تاج کمپنی)

جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

؎ شفیع عاصیاں تم ہو وسیلہ بے کساں تم ہو

تمہیں چھوڑ اب کدھر جاؤں بتاؤ یارسول اللہ

؎ جہاز امت کا حق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں

بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ

علمائے دیوبند کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں:

؎ یارسول کبریا فریاد ہے / یا محمد مصطفےٰ فریاد ہے

؎ آپکی امداد ہو میرا یا نبی / حال ابتر ہوا فریاد ہے

؎ سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل۔ اے میرے مشکلکشا فریاد ہے

؎ چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے / تم سے اے نور خدا فریاد ہے

؎ قید غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے / یا شہ ہر دوسرا فریاد ہے

؎ درہجراں سے ہے لب پر جان ہے میری

اب تو گھر کیجئے دوا فریاد ہے

؎ گردن وپا سے میری زنجیر وطوق

یا نبی کیجئے جدا فریاد ہے

؎ یا نبی احمد کو در پر لو بلا / اس لئے صبح و مسا فریاد ہے

(کلیات امدادیہ صفحہ ۹۰)

وسیلہ بیکساں ہو تم تمہیں چھوڑ کر اب کہاں جاؤ بتاؤ یارسول اللہ

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں

بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ

پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر

میری کشتی کنارے پر لگاؤ یارسول اللہ

ایک جگہ پر حاجی صاحب نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کے کشف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ کی صورت مثالیہ کا تصور کر کے درود شریف پڑھے اور دہنی طرف یا احمد اور بائیں طرف یا محمد اور یارسول اللہ ایک ہزار بار پڑھے ان شاء اللہ بیداری یا خواب میں زیارت ہوگی"۔

(کلیات امدادیہ صفحہ ۴۵)

ایک مقام پر مزید لکھتے ہیں کہ:

"ملائکہ کا درود شریف حضور اقدس میں پہنچانا احادیث سے ثابت ہے اس اعتقاد سے کوئی شخص الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہے کچھ مضائقہ نہیں۔" (کلیات امدادیہ صفحہ ۸۴)

حاجی شمائم امدادیہ میں تحریر کرتے ہیں کہ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ بصیغۂ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے۔ لہ الخلق والامر۔ عالم امر مقید بجہت وطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔ (شمائم امدادیہ صفحہ ۵۲)

والمنقول انہم کانوا یقولون فی تحیتہ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ۔

(نسیم الریاض شرح شفاء شریف جلد ۳ صفحہ ۴۵۴)

ترجمہ: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں یوں عرض کیا کرتے تھے:

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ۔

جس طرح "یارسول اللہ ﷺ" کا نعرہ لگانا جائز ہے اسی طرح "یاعباد اللہ اعینونی" کا نعرہ لگانا بھی جائز ہے۔

﴿غیر مقلدین کے امام نواب صدیق خاں لکھتے ہیں﴾

اخرج البزار من حدیث ابن عباس ان رسول

اللہ ﷺ قال ان للہ ملائکۃ فی الارض سوی
الحفظۃ یکتبون ماسقط من ورق الشجر فاذا
اصاب احدکم شئی بارض فلاۃ فلینادا عینونی
یاعباداللہ قال فی مجمع الزوائد ورجالہ ثقات۔
قال شارح العدۃ وفی الحدیث دلیل علی جواز
الاستعانۃ بمن لا یراھم الانسان من عباداللہ
سبحانہٗ من الملائکۃ وصالحی الجن ولیس فی
ذالک باس کما یجوز للانسان ان یستعین ببنی
آدم اذا عثرت دابتہ او تفلتت انتھی۔ قلت کنت
مرۃ فی سفر من بلدۃ مرزاپور الی جبلپور من
بلاد الھند فوقع المرکب الذی علیہ فی جدول
والجدول فی الطغیان وکدت اغرق فیہ مع
المرکب وکان ھذا الحدیث علی ذکر منی
فقلت ھذا الکلام فوقف المرکب فی الحال
علی مجارۃ عظیمۃ کانت فی ذالک الجدول

بعد ان سال علی موج الماء ونجوت من الغرق
وللہ الحمد۔ (نزل الابرار از نواب صدیق حسن بھوپالی صفحہ ۳۳۵)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ
فرشتے محافظین کے علاوہ ایسے بھی ہیں جو درختوں سے گرنے والے
پتوں (تک) کو لکھتے رہتے ہیں۔ پھر جب کسی کو بیابان میں کوئی
تکلیف پہنچے تو اسے یہ پکارنا چاہیے اعینونی یاعباداللہ، اللہ کے بندو
میری مدد کرو۔ مجمع الزوائد میں (علامہ ہیثمی نے) کہا ہے کہ اس حدیث
کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ شارح عدۃ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں
اس بات کی دلیل موجود ہے کہ اس سے بھی مدد مانگنا جائز ہے جس کو
انسان دیکھ نہیں پاتا یعنی اللہ تعالیٰ سبحانہ کے نیک بندوں سے خواہ وہ
فرشتے ہوں یا نیک جن، اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے جیسے کہ سواری
کے چھوٹ جانے یا پھسل جانے پر بنی آدم سے مدد مانگنا جائز ہے۔
(شارح العدۃ کا کلام ختم ہوگیا)

میں (نواب صدیق حسن خاں) کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ میں
ہندوستان کے شہر مرزا پور سے جبلپور کی طرف سفر کر رہا تھا کہ میری

سواری ندی میں گر گئی اور اس وقت وہ ندی طغیان کی زد میں تھی قریب
تھا کہ میں سواری سمیت غرق ہو جاتا۔ یہ حدیث مجھے یاد تھی میں نے
فوراً یہ کلام (اعینونی یا عباداللہ) کہا۔ میری سواری فوراً ایک بہت بڑے
پتھر پر جو کہ اس ندی میں پانی کی موجوں پر بہتا آ رہا تھا جا کر ٹھہر گئی اور
میں غرق ہونے سے بچ گیا۔ فللہ الحمد۔

مکتبہ دیوبند کے مولانا قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم
دیوبند رسول خدا ﷺ سے یوں مدد مانگتے ہیں۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمی از مولانا محمد قاسم نانوتوی مکتبہ رشیدیہ دہلی صفحہ ۸)

ذرا خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ نیز
حاجی امداداللہ مہاجر مکی رسول خدا ﷺ کی زیارت کا طریقہ لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی
اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور الصلوٰۃ والسلام علیک
یا رسول اللہ کی داہنے اور الصلوٰۃ والسلام علیک

یا نبی اللہ کی بائیں اور الصلوٰۃ والسلام علیک
یا حبیب اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔

(ضیاء القلوب صفحہ ۵۵ مطبع راشد کمپنی دیوبند)

نوٹ! حاجی امداداللہ موصوف اکابر دیوبند کے پیرومرشد
ہیں۔ مثلاً مولوی اشرف علی تھانوی۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ مولوی
خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ ہم سب کے پیرومرشد ہیں۔

تنبیہ: موجودہ دور کے علمائے دیوبند تو رسول اللہ ﷺ
سے مدد مانگنے کو شرک و کفر کہہ رہے ہیں مگر یہی حاجی امداداللہ مہاجر مکی تو
اپنے پیرومرشد خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مدد مانگ رہے ہیں
ملاحظہ ہو۔

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز نہیں کچھ التجاء
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شاہ نور محمد وقت ہے امداد کا!

(شمائم امدادیہ صفحہ ۱۶۶ مطبع قومی پریس لکھنؤ)

علمائے دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ وعظ سے پہلے جب تک پوری توجہ اور حضور قلب کے ساتھ یوں نہ کہہ لیں یارسول اللہ میں اجازت چاہتا ہوں کہ آپ کی نیابت میں کچھ بیان کروں اس وقت تک وعظ نہ کہیں۔ اور یہ اس لئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور احباب یعنی علماء واولیاء باطنی طریقہ سے ہماری امداد کریں پھر ان شاء اللہ ہمارے بیان میں الجھن یا لغزش یا رکاوٹ نہ ہوگی۔

(دعوۃ الحق مصنفہ مولانا سید گل بادشاہ فاضل دیوبند صفحہ ۲۹)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی جمال الاولیاء میں حضرت محمد بن عبداللہ علوی کی کرامتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ کی کرامتوں سے یہ ہے کہ آپ اپنے متوسلین (مریدین) میں سے کسی کے پاس بیٹھے تھے کہ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے پھر لوٹے تو آپ کے کپڑوں سے پانی ٹپک رہا تھا ان صاحب نے اٹھنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میرے متوسلین میں سے بعض کا جہاز پھٹ گیا تھا انہوں نے مجھ سے مدد مانگی تو میں نے اس میں اپنا کپڑا لگا

دیا حتیٰ کہ ان لوگوں نے اس پھٹن کو درست کرلیا اور جہاز جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا۔ (جمال الاولیاء صفحہ ۱۳۲ مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں:

محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ (جہاز) تباہی میں تھا میں مراقب ہوکر آپ سے ملتجی ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے بچالیا۔ (شمائم امدادیہ صفحہ ۷۷)

دیکھا آپ نے مرید نے دور سے التجا و فریاد کی اور پیر و مرشد نے دور سے مرید کی فریاد والتجا سن بھی لی اور وہاں پہنچ کر جہاز کو تباہی سے بچا بھی لیا۔ یہ ہے اکابر کا عقیدہ اور ان کے موجودہ دور کے مرید کہلانے والے کہتے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں یارسول اللہ مدد کہنے والا کائنات کا بدترین کافر و مشرک ہے۔

ببیں تفاوت راہ است از کجا تا بکجا

مولوی محمد یعقوب نانوتوی دیوبندی نے منظوم شجرہ لکھا ہے اس میں مولی علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا۔

ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے

نیز یہی شعر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد مرشد میں لکھا ہے۔

ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی اپنے پیرومرشد کو لکھتے ہیں:

یا سیدی للہ شیئا انہ انتم المجدی وانی جادی

اگر کوئی بے چارہ عقیدت مند سنی یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کہہ دے یا وہ مولی علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشکل کشا کہہ دے تو موجودہ دور کے علماء دیوبند آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں کہ یہ تو بہت بڑا شرک ہے۔ مگر وہ گھر کی بھی خبر لیں کہ یہ سب کچھ ان کے گھر میں موجود ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆